مختصر أحاديث الصيام - أحكام وآداب

مختصر احادیث صیام

احکام وآداب

تالیف

فضیلۃ الشیخ عبد اللہ بن صالح الفوزان حفظہ اللہ

ترجمہ

ممتاز عالم نسیم احمد نوری مدنی
داعی ومترجم جالیات، مرکز صبیح قصیم، سعودی عرب

نظرثانی

ریاض الدین جمال الدین فیضی
داعیہ ومترجم: جمعیۃ توعیۃ الجالیات جنوب بریدۃ (القصیم)

مرکز الامام احمد بن حنبل التعلیمی والخیری

مختصر احادیث صیام
احکام وآداب

تالیف

فضیلۃ الشیخ/ عبداللہ بن صالح الفوزان حفظہ اللہ

ترجمہ

ممتاز عالم نسیم احمد نوری مدنی

ناشر

مرکز امام احمد بن حنبل التعلیمی والخیری، بیتنار، سدھارت نگر، یوپی

©جملہ حقوق محفوظ ہیں

مختصر احادیث صیام-احکام وآداب

تالیف .... فضیلۃ الشیخ/ عبداللہ بن صالح الفوزان حفظہ اللہ

ترجمہ .... ممتاز عالم نسیم احمد نوری مدنی

نظر ثانی .... ریاض الدین جمال الدین فیضی

سالِ اشاعت 2023ء

تعداد اشاعت 1100

صفحات 120

ٹائپنگ .... حامد انور محمدی/ راشد انور محمدی

تنسیق وترتیب .... شاہد انور بن نظام الدین خان

طبع على نفقة أهالي مركز صبيح بمنطقة القصيم بالمملكة العربية السعودية
(جزاهم الله خيرا وجعل ما يقدمونه لخدمة الإسلام والمسلمين في ميزان حسناتهم)

ملنے کے پتے:

- **مرکز امام احمد بن حنبل التعلیمی والخیری**، بیتنار ،سدھارتھ نگر ،یوپی، الہند
- **اقرا پبلک اسکول**، سکھوئیا ،قصبہ اترولہ، ضلع بلرامپور، یوپی، الہند
- **الکتاتیب پرنٹر پبلشر**، 2911، سرسید احمد روڈ، دریاگنج، نئی دہلی-110002
- **مولانا ابوالکلام آزاد یتیم خانہ**، مدینہ ہاؤس بنگلہ نمبر۸، نزد سمیہ ہائی اسکول، چاند نگر، کوسہ، ممبرا، تھانہ، ممبئی

فہرست

عرض مترجم 5

مقدمہ برائے طبعہ سابعہ 7

مقدمہ 8

- پہلی حدیث : وجوب صیام اور اس کی بعض حکمتوں کا بیان 11
- دوسری حدیث : صیام کے شرعی مفہوم کا بیان 14
- تیسری حدیث : صیام کے بعض فضائل کا بیان 17
- چوتھی حدیث : ماہ رمضان کی چند خصوصیات کا بیان 20
- پانچویں حدیث : قیام رمضان کا بیان 22
- چھٹی حدیث : تلاوتِ قرآن کی فضیلت اور اس کے آداب کا بیان 25
- ساتویں حدیث : قرآن پر عمل کے وجوب کا بیان 28
- آٹھویں حدیث : اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور سخاوت کا بیان 31
- نویں حدیث : روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لینے کے حکم کا بیان 34
- دسویں حدیث : سحری کرنے کا حکم اور اس کی برکت کا بیان 37
- گیارہویں حدیث : افطاری کے آداب 40
- بارہویں حدیث : روزے دار کا کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے؟ 44
- تیرہویں حدیث : روزے دار کے لئے مسواک کی مشروعیت 47
- چودہویں حدیث : روزے دار پر قے کے اثر کا بیان 51
- پندرہویں حدیث : رمضان کے دنوں میں جماع کے حکم کا بیان 54
- سولہویں حدیث : حالت جنابت میں صبح کرنے والے شخص کا روزہ 58

❖ سترہویں حدیث : روزے دار کے لئے مباشرت اور بوس وکنار کا حکم 62
❖ اٹھارہویں حدیث : مریض اور مسافر کے روزے کا حکم 65
❖ انیسویں حدیث : حیض اور نفاس والی عورتوں سے متعلق احکام 68
❖ بیسویں حدیث : اعتکاف کا بیان 71

رمضان کے آخری عشرے سے متعلق احادیث

❖ پہلی حدیث : آخری عشرے میں خصوصی اجتہاد کا بیان 74
❖ دوسری حدیث : شب قدر کی فضیلت کا بیان 78
❖ تیسری حدیث : شب قدر کے تلاش کرنے کا بیان 82
❖ چوتھی حدیث : رات کے آخری پہر میں دعاء واستغفار کی فضیلت 85
❖ پانچویں حدیث : جنت اور اس میں داخل ہونے والوں کی بعض صفات 88
❖ چھٹی حدیث : جہنم اور جہنمیوں کی چند صفات 92
❖ ساتویں حدیث : توبہ کے وجوب کا بیان 95
❖ آٹھویں حدیث : زکاۃ الفطر کا بیان 99
❖ نویں حدیث : روز عید کے شعائر 102

رمضان کے بعد کی حدیثیں

❖ پہلی حدیث : ماہ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت 106
❖ دوسری حدیث : رمضان کے بعد استقامت 110
❖ تیسری حدیث : رمضان کے روزوں کی قضاء 113
❖ چوتھی حدیث : فوت شدہ شخص کے چھوٹے ہوئے روزے 117

❑❑

عرض مترجم

ان دنوں کی بات ہے جب ناچیز جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کلیہ حدیث کے مستوی سادس کا طالب علم تھا، یونیورسٹی کے جنوبی گیٹ پر واقع مکتبہ دار النصیحہ میں جاکر وہاں نئی کتابوں کا دیدار ایک شوق سا بن گیا تھا، رمضان کے دن قریب تھے، حسب عادت وہاں کے ذمہ داروں نے کیش کاؤنٹر کے پاس ہی موسم کی مناسبت سے رمضان سے متعلق کتب و منشورات کی ترتیب لگائی ہوئی تھی، انہیں دنوں مکتبہ میں داخل ہوتے ہی میری نظر فضیلۃ الشیخ/ عبداللہ صالح فوزان حفظہ اللہ کی أحکام رمضان پر مشتمل مفید ترین کتاب: مختصر أحادیث الصیام - أحکام وآداب پر پڑی، بلوغ المرام پر مؤلف کی شاندار شرح منحۃ العلام اب بھی زیر مطالعہ تھی، لہذا شیخ حفظہ اللہ کا نام دیکھتے ہی اسی دن پہلی فرصت میں میں نے اسے خرید کر مطالعہ شروع کردیا، پھر اسی سال رمضان المبارک کے دنوں میں پہلی مرتبہ اللہ کے فضل وکرم سے پھر مربّی عزیز، استاد محترم فضیلۃ الدکتور/ عبدالصبور المدني حفظہ اللہ کے توسط سے منطقہ تبوک میں ساحل سمندر پر واقع خوبصورت شہر محافظۃ الوجہ میں برادر شفیق فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن فیض اللہ السلفی کے ساتھ **دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد وتوعیۃ الجالیات** کے زیر اشراف برصغیر سے کاروبار کی غرض سے آئے ہوئے بھائیوں کی دینی ارشاد ورہنمائی کا موقع ملا، وہاں پر جہاں دعوتی میدان میں مجھے بہت سی باتیں سیکھنے کو ملیں وہیں موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے اس کتاب کا ترجمہ بھی کرڈالا، چونکہ پورا رمضان ہر دن بعد نماز عصر اور قبل از افطار دروس وکلمات کی ذمہ داری تھی، بنابریں تقریبًا ہر دن موقع ومحل کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی کتاب سے مختصرًا درس دیتا رہا، بہر حال یہ کتاب وہیں تیار ہوگئی، پھر دو سال تک منطقۃ القصیم میں واقع صبیح اسلامک گائڈینس سینٹر میں بھی ماہ رمضان میں افطاری کے دسترخوان پر ہم وطن بھائیوں کے درمیان اسی کتاب سے درس دیتا رہا، جب شعبان ۱۴۴۰ھ-میں چھٹی پر وطن عزیز آیا ہوا تھا، انہیں دنوں ترجمہ کے مسودہ پر برادران عزیز: راشد انور محمدی اور حامد انور محمدی سلمہما اللہ کی نظر پڑگئی، دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے دفتر و

قلم کے مسودے کی طباعت و ٹائپنگ مکمل کردی، نظر ثانی کے بعد برادرم شاہد انور نظام الدین خان نے ترتیب و تنسیق کا کام بھی مکمل کردیا اور اللہ کے فضل وکرم سے اس ترجمہ کا طبعہ اولی یکم مئی/۲۰۱۹م کو منظر عام پر آگیا۔

کچھ بھائیوں کی اصرار اور رمضان ۱۴۴۱ھ کے آمد کی مناسبت سے ایک بار پھر معمولی تنقیح و تصحیح کے ساتھ اسے احباب کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں،اس اعتراف کے ساتھ کی ترجمہ میں غلطی کا قوی امکان ہے، لہذا کسی بھی قسم کی کمی دیکھتے ہی احباب سے نشاندہی کا منتظر رہوں گا، آپ کی تمام توجیہات ہمارے لئے باعث مسرت ہوں گی۔

آپ کا دینی بھائی
ابو عبداللہ ممتاز عالم نسیم أحمد نوری مدنی
(قصیم، سعودی عرب)
ibnnasimjeetpuri@gmail.com

مقدمہ برائے طبعہ سابعہ[1]

تمام تر تعریفیں اللہ رب دو جہاں کے لیے ہیں، درود و سلام نازل ہوں ہمارے آخری نبی حضرت محمد ﷺ، ان کے آل واصحاب اور قیامت تک بخوبی ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

بعد ازیں:

یہ میری کتاب ''مختصر أحاديث الصيام أحكام وآداب'' کے گذشتہ طبعہ کے خاتمہ کے بعد ساتواں طبعہ ہے، میں نے اس بار کتاب کا مکمل مراجعہ کرتے ہوئے خاص طور پر بعض احادیث کی تخریج کے سلسلے میں چند ضروری اضافے کئے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو ماہ مبارک کے اندر نفع کا ذریعہ، اپنی خوشنودی کے لیے خالص اور نعمتوں والی جنت سے قریب کرنے کا باعث بنائے، یقیناوہ سننے والا قریب اور قبول کرنے والا ہے۔

تحریر کردہ

عبداللہ بن صالح الفوزان

بریدہ- دوشنبہ 1435/10/1ھ

(1) یہ پچھلے تمام ایڈیشنوں کے اعتبار سے ہے، ورنہ دار ابن الجوزی کا یہ دوسرا ہی ایڈیشن ہے۔

مقدمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندوں کو نیک اعمال کے مواسم عطا کر کے احسان کیا، تاکہ ان کے گناہوں کو بخش دے، اورانہیں بہترین بدلہ عطا کرے، اسی رب کریم نے جسے چاہا اسے ان مواسم کو غنیمت جاننے کی توفیق بخشی، پس اس نے اس ذات بابرکات کی اطاعت کرتے ہوئے تقوی اختیار کیا، اور جسے چاہا ذلیل کر دیا اور اس نے اس کے حکم کو ضائع کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کی۔

میں اس باری تعالی کی تعریف کرتا ہوں، اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے لئے دین و نعمت کو مکمل کیا، اسلام کو ہمارے دین کے طور پر پسند فرمایا، اور ہمارے لئے نیک اعمال کو مشروع کر کے ہمیں ان کے بجاوری کی توفیق عطا کی اور اس پر اجر و ثواب مرتب کیا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی دار نہیں، اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، ان پر اور ان کے آل و اصحاب و قیامت تک بخوبی ان کی پیروی کرنے والوں پر درود و سلام کے خوب نذرانے پیش ہوں۔

بعدازیں:

یہ روزے کے احکام و آداب سے متعلق چند معلومات ہیں، جنہیں میں نے اس موضوع پر اپنے ایک مجموعہ احادیث کی شرح کے طور پر لکھا ہے، اسکے لکھنے میں میں نے درج ذیل امور کو ملحوظ رکھا ہے:

نمبر1: اختصار کے پیش نظر میں نے اختلافی مسائل اور دلائل کے مناقشہ سے گریز کرتے ہوئے مسئلہ میں موجود سب سے صحیح اقوال اور ضروری مسائل کا انتخاب کیا ہے، اس لئے کہ میرا مقصد اس کتاب کو آسان انداز میں پیش کرنا ہے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو سنایا جاسکے، بطور خاص

عصر کی نماز کے بعد، جیساکہ ہمارے یہاں ائمہ کرام کی عادت ہے؛ کیونکہ میں نے - اپنی محدود اطلاع کے مطابق - کوئی ایسی مفید کتاب نہیں دیکھی جسے حضرات ائمہ رمضان میں اسی طرح پڑھ سکیں، جیساکہ عام اُوقات میں ریاض الصالحین یا دیگر کتابوں سے پڑھا کرتے ہیں۔

نمبر2: کتاب کے حاشیہ کی طوالت کے خوف سے میں نے ہر مسئلہ کے اصل مصدر کا حوالہ نہیں دیاہے، فقط مخصوص مسائل اور منقولات کے حوالہ جات پر ہی اکتفا کیاہے۔

نمبر3: میں نے احادیث کی تخریج کے وقت انہیں ان کے اصل مصادر کی طرف منسوب کرنے کا اہتمام کیاہے؛ اگر حدیث صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کی ہو تو میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے غالبا کچھ اور نہیں ذکر کرتا، لیکن صحیحین کے علاوہ کتب کی حدیثوں کو غالبا کتب سنن کی طرف منسوب کرتا ہوں، اور کبھی کبھار اس پر اضافہ بھی کرتا ہوں؛ اسی طرح میں نے اپنی اطلاع کے مطابق صحابہ اور تابعین سے مروی آثار کی نسبت کا بھی اہتمام کیاہے۔

گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے ائمہ مساجد - اللہ انہیں توفیق عطا کرے - کو یہ تنبیہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ نماز عصر کے بعد حدیث پڑھنے میں مداومت نہیں برتنی چاہئے، تاکہ لوگ ملل (بوریت) کے شکار نہ ہوں اور ہمہ وقت دلچسپی کے ساتھ سننے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (نبی ﷺ ہماری بوریت اور ملل کا شکار ہونے کے خوف سے ہمیں صرف ہمارے چستی کے وقت ہی نصیحت کیا کرتے تھے) [1]، جس کا مطلب یہ ہے کہ چستی کی رعایت کے ساتھ حاجت کو بھی مد نظر رکھا جائے، یہ بھی خیال رہے کہ لوگوں کے مسجد سے نکل جانے کے خوف سے سلام پھیرنے کے فورا بعد ہی درس پڑھنا بھی مناسب نہیں، بلکہ لوگوں کے اذکار سے فراغت کا انتظار کرنا چاہئے، تاکہ وہ

---

(1) اس حدیث کو امام بخاری (68) نے روایت کی ہے، اور ''یتخولنا'' کا معنی: آپ ﷺ ہمارے چستی کے وقت کی رعایت کرتے ہوئے نصیحت کیا کرتے تھے، ہمیشہ نصیحت نہیں کرتے تھے۔

فراغت کی صورت میں درس کو سن کر مکمل طرح سے استفادہ کر سکیں، جتنے لوگ بھی درس سننے کے لئے مسجد میں موجود رہیں وہی کافی اور باعث خیر ہیں۔

رہی بات یہ کہنا کہ عصر کے بعد حدیث کا پڑھنا بدعت ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ نصیحت کے باب سے ہے، لیکن پھر بھی اس پر ہمیشگی نہیں برتنی چاہئے، نصیحت کے تحریری یا غیر تحریری شکل میں ہونے سے بھی کوئی مضائقہ نہیں، مختلف مواسم اور مناسبات جیسے: ماہ رمضان، عشرہ ذی الحجہ وغیرہ میں لوگوں کو حسب مناسبت جن مسائل کے جانکاری کی ضرورت ہو؛ ان سے متعلق موضوعات کی تکرار سے بھی کوئی ممانعت نہیں، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تین یا چار خطبہ عرض فرمایا تھا۔

میں اللہ تعالی سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ میرے اس عمل کو صالح اور خالص اپنی رضا کے لیے بنائے، اور اس سے لوگوں کو نفع پہونچائے بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

تحریر کردہ:
عبداللہ بن صالح الفوزان
قصیم-بریدہ 1414/6/7ھ
پوسٹ باکس: 12370
پوسٹل کوڈ: 81999
alfuzan1@Hotmail.com
http://www.islamlight.net/alfuzan/

پہلی حدیث:

وجوب صیام اور اس کی بعض حکمتوں کا بیان

عَن عبداللہ بُنِ عُمَرَ رضي اللہ عنهما أن النبي صلى اللہ عليه وسلم قال: ”بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللہُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللہِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ البيت، وَصَوْمِ رَمَضَانَ“. متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر -رضی اللہ عنہما- سے روایت ہے کہ نبی -صلی اللہ علیہ وسلم- نے ارشاد فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا“۔ متفق علیہ

تشریح: اس حدیث میں صوم رمضان کے وجوب پر دلیل ہے، اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ ارکان اسلام اور اس کی عظیم بنیادوں میں سے ہے، جسے اللہ نے عظیم حکمتوں اور حیران کن پنہاں رازوں کے تحت فرض کیا ہے، جو نہیں جان سکا جانا اور جو نہیں جان سکا نہ جانا:

1- صیام کی ایک حکمت اور راز یہ ہے کہ؛ یہ اللہ کی ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی محبوب اشیاء تک کو چھوڑ کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے، جس سے اس کے ایمان کی سچائی، اللہ کی عبودیت میں اس کا کمال، اللہ کے خاطر سچی محبت اور اس کے پاس موجود نعمتوں کی امید ظاہر ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس کے رب کی خوشی اپنی خواہشات کے ترک کرنے میں ہی ہے، لہذا وہ اپنی خوشی کو رب کی خوشی کے لیے قربان کردیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مومنین

(1) اس حدیث کی تخریج امام بخاری (8) اور امام مسلم (16) نے کی ہے۔

کو اگر بلا عذر ایک دن کا روزہ توڑنے کے لیے مارا یا قید بھی کیا جائے تو بھی وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔

2- روزے کا اللہ کی فرمانبرداری اور منہیات سے رک کر تقویٰ اور تزکیہ نفس کا سبب ہونا بھی اس کی حکمتوں میں سے ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ ترجمہ: "اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو" [البقرۃ:183]۔ یقیناً تقویٰ ہی دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی کا سنگم ہے، اور روزہ کے تمام تر فوائد و ثمرات تقویٰ ہی کے باعث ہیں۔

3- روزے کی حکمتوں میں سے نفس کو شہتوں سے دور رکھنا، اسے اچھے کاموں کا عادی بنانا اور کھانے پینے کی کمی کے ذریعہ بندے کے اندر موجود شیطانی راستوں کو تنگ کرنا بھی ہے، جس سے شیطان کی پکڑ کمزور ہوجاتی ہے اور گناہوں کا سرزد ہونا کم ہوجاتا ہے۔

4- روزے کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے دل صاف ہوجاتا ہے اور سوچنے و سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ شہوت پرستی سے دل سخت ہوجاتا ہے اور اس پر حق کی معرفت مشکل ہوجاتی ہے، روزہ دل اور اعضاء جسمانی کے صحت و قوت کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

5- بھوکے فقراء اور مساکین کو دیکھ کر اپنی آسودگی سے اللہ کی نعمتوں کا احساس اور بندے کا اپنے رب کی شکرگذاری بھی روزے کی حکمتوں میں سے ہے، اس کے ذریعہ بندہ اپنے لاچار بھائیوں کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے، اور (سچ کہا گیا ہے کہ) کسی بھی نعمت کی اہمیت کا اندازہ اس کے کھوجانے کے بعد ہی ہوتا ہے!۔

6- کم کھانے کے سبب حاصل ہونے والے طبی فوائد، کھانے کی ترتیب اور مخصوص مدت تک معدہ کو آرام ملنے سے انسانی جسم کو صحت و توانائی کی فراہمی بھی روزے کی حکمتوں میں

سے ہے۔ واللہ المستعان!

خلاصہ کلام یہ کہ روزہ کی کئی عظیم حکمتیں اور فوائد ہیں، اور اس پر اللہ نے ایسے اجر و ثواب مرتب کئے ہیں جن کو ہی تصور کرنے سے روزے دار حضرات پھولے نہ سمائیں، اور یہ خواہش کریں کہ کاش پورا کا پورا سال رمضان ہی رہے۔ واللہ اعلم۔

اے اللہ تو سیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی فرما، ہمیں ہلاکت و بدبختی کے راستے سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہمیں دین کی سمجھ عطا کر، اور پیارے نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے ہی ہمیں موت دینا، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

❑❑

دوسری حدیث:

صیام کے شرعی مفہوم کا بیان

عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ؛ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا، إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ. قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي...'' الحديث. متفق عليه

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انسان کے ہر عمل کا ثواب بڑھا کر دیا جاتا ہے، ایک نیکی (کا أجر) دس کے برابر سے لے کر سات سو گنا تک۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے: سوائے روزہ کے؛ اسلئے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، (کیوں کہ) وہ اپنی شہوت اور خوراک کو میرے لئے ہی ترک کرتا ہے...'' الحدیث۔ متفق علیہ۔

تشریح: یہ حدیث روزہ کے شرعی معنی کی وضاحت کرتی ہے، جو اللہ کی عبادت، فرمانبرداری اور خوشنودی کے حصول کی خاطر کھانے پینے اور شہوت سے رکنے کا نام ہے، جیسا کہ حدیث میں لفظ: "من أجلي" سے ظاہر ہوتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ: ''بندہ اپنے کھانے پینے اور خواہشات کو میری خاطر ترک کرتا ہے'' [1]۔

شہوت سے مراد: جماع ہے، لیکن اس سے ہر قسم کی شہوات کو مراد لیا جاسکتا ہے۔

ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے: ''بندہ کھانا میری خاطر ترک کرتا ہے، پانی میری خاطر ترک کرتا ہے، خواہش نفس کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے، اپنی بیوی سے میرے ہی خاطر

(1) فتح الباری (4 / 103)

علیحدگی اختیار کرتا ہے"[1]۔

روزے کے وقت کی تحدید کے سلسلے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَى الَّیْلِ﴾ ترجمہ: "تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو" [البقرة:187]۔

پس اللہ تعالی نے کھانے پینے کو طلوع فجر تک حلال قرار دیا ہے اور پھر رات تک روزے کی تکمیل کا حکم فرمایا ہے، ان اوقات (طلوع فجر سے رات یعنی غروب آفتاب تک) میں کھانے پینے کے ترک کا یہی معنی ہے۔

کھانے پینے سے مراد منہ یا ناک کے ذریعہ پیٹ تک کھانے یا پینے کی چیزوں کا پہونچانا ہے، خواہ کھائی یا پی جانے والی چیز کسی بھی نوعیت کی ہو۔

رہی بات رگ یا پٹھوں کے ذریعہ علاج یا غذائیت کے طور پر مریض کو دیئے جانے والے طبی انجکشن وغیرہ کی تو اس سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض اسے مطلق طور پر روزہ توڑنے والا مانتے ہیں تو بعض تفصیل کے قائل ہیں[2]۔

لہذا اگر روزے دار انہیں رات تک مؤخر کرلے تو یہی زیادہ بہتر ہے، فرمان نبوی ﷺ ہے: "شک والی چیز کو چھوڑ کر واضح کام کیا کرو"[3]، دوسری حدیث میں ہے: "جو شخص شبہات

(1) صحیح ابن خزیمہ (3 / 197) ۔اور دیکھئے: فتح الباری (107/4)۔

(2) دیکھئے: (الفتاوی المتعلقۃ بالطب وأحكام المرضى) ص (107) ، رسالہ: (أحكام الحقن الطبية) از باحث: عاصم بن عبداللہ المطوع۔

(3) اس حدیث کی تخریج امام ترمذی (2518) ، نسائی (8/ 328) ، اور احمد (3 / 249) نے کی ہے، اور ترمذی نے فرمایا ہے: یہ حدیث صحیح ہے ۔ اس حدیث کے حضرت انس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شواہد بھی موجود ہیں۔

سے بچ جائے گویا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا"[1] اور جسے ان میں سے کسی چیز کی حاجت در پیش ہو ہی جائے تو غالباً وہ ایسا مریض ہوگا جس کے لئے روزہ افطار کرنا مباح ہوتا ہے۔

پیٹ کی صفائی کے لیے استعمال ہونے والے طبی انجکشن سے بھی راجح قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے غذائیت ملتی نہیں بلکہ وہ تو پیٹ کو بالکل صاف اور خالی کردیتا ہے۔

دمہ (ربو) یاسانس پھولنے کی بیماری کے لیے استعمال ہونے والے اسپرے (گیس نمادواء) سے بھی اہل علم کے دو قول میں سے راجح قول کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ وہ بھانپ ہے اور معدہ تک نہیں پہونچتا بلکہ سانس کی نالی سے ہوکر پھیپھڑوں تک ہی پہونچتا ہے، اور وہ خوراک کی طرح بھی نہیں ہوتا، اگر فرض کیا جائے کہ اس کا کچھ حصہ معدہ تک پہونچ بھی جاتا ہو تو وہ بہت ہی کم مقدار میں ہوگا، جسے کلی اور مسواک پر قیاس کیا جاسکتا ہے[2]۔

سرمہ اور آنکھ کے قطروں (Drops) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے حلق میں اسکا ذائقہ محسوس ہویانہیں۔

ہاں ناک کا قطرہ (Drop) اگر معدہ یا حلق تک پہونچ جائے تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا، کیونکہ ناک معدہ تک پہونچنے کا راستہ ہے، اور حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے کہ: "سوائے حالت روزہ کے ناک میں پانی داخل کرنے میں مبالغہ کیا کرو"[3]۔

اے اللہ ہمیں ہمارے دین کی سمجھ عطا کر، اس پر عمل کرنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے لئے آسانی پیدا کر اور ہمیں ہر پریشانی سے محفوظ رکھ، دنیا اور آخرت میں ہماری پردہ پوشی فرما، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ (آمین) ❑❑

---

(1) اس حدیث کی تخریج امام بخاری (52) اور مسلم (1599) نے کی ہے۔

(2) دیکھئے: (مفطرات الصیام المعاصرة) ص58۔

(3) اس حدیث کی تخریج امام ابوداود (2366)، ترمذی (788)، نسائی (1/66)، ابن ماجہ (1/153، 142) وغیرہم نے کی ہے، اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تیسری حدیث:

صیام کے بعض فضائل کا بیان

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ؛ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ. قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي وللصائم فرحتان: فرحة عند فطره، وفرحة عند لقاء ربه، ولخلوف[1] فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك''. متفق عليه[2].

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے ہر عمل کا ثواب بڑھا کر دیا جاتا ہے؛ ایک نیکی کو دس سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: سوائے روزہ کے؛ کیونکہ وہ میرے لئے ہے، اور میں ہی اسے اس کا (بے حساب) بدلہ دوں گا، بندہ اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میرے لئے ترک کرتا ہے، اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت، روزہ دار کے منہ کی بو (خلوف) اللہ کے لئے مشک (کستوری) کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے''۔ (متفق علیہ)۔

تشریح: اس حدیث میں روزے کی فضیلت اور اللہ کے نزدیک اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے، روزہ کے چار اہم فضائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

---

(1) لُخلوف - خاء معجمہ کے ضمہ کے ساتھ - جو منہ کی تبدیلی کو کہا جاتا ہے، باب قعد سے۔ عیاض کہتے ہیں: ہم نے اسے اہل اتقان علماء سے ضمہ کے ساتھ محفوظ کیا ہے، اور اکثر محدثین نے خاء پر فتحہ کو اختیار کیا ہے، جو کہ غلط ہے، اس کا تذکرہ امام خطابی نے إصلاح غلط المحدثين نامی کتاب میں کیا ہے، دیکھئے ص (44) اور فتح الباری (105/4)۔

(2) اس کی تخریج گذر چکی ہے ص (9)۔

نمبر1: روزے داروں کو ان کا ثواب بے حساب عطا کیا جائے گا، کیونکہ تمام اعمال کا بدلہ تو دس سے سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے، مگر روزے کے ثواب کی کوئی حد ہی نہیں، یہ اللہ کے مرضی پر منحصر ہے، اور اللہ اس کا ثواب بے حد و حساب عطا کرے گا، کیونکہ روزہ میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے، اور فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ترجمہ: "صبر کرنے والے ہی کو ان کا پورا پورا بیشمار اجر دیا جاتا ہے۔" [الزمر:10]

امام اوزاعی –رحمہ اللہ– فرماتے ہیں: انہیں ناپ تول بغیر بے حساب اجر دیا جائے گا[1]۔

نمبر2: اللہ تعالی نے تمام اعمال میں سے صرف روزے کی نسبت اپنی جانب کی ہے، جس کی وجہ –واللہ اعلم– روزے کا پورے دن جاری ہونا ہے، اس طرح کہ روزے دار چاہت کے باوجود بھی اپنی خواہشات کو دبا کر رکھتا ہے، خاص طور پر گرمی کے دنوں میں جبکہ شدّتِ تپش کے ساتھ دن بھی لمبے ہوتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ روزہ اللہ اور بندے کے درمیان راز ہوتا ہے، جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، گویا وہ ایسا باطنی عمل ہے کہ اس پر کوئی انسان مطلع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس میں ریاکاری داخل ہو سکتی ہے۔

نمبر3: روزہ دار اپنے رب سے ملاقات کے وقت ان روزوں کی قبولیت اور ان پر مرتب ہونے والے ثواب اور اجر عظیم کو دیکھ کر خوش ہوگا کہ ربّ تعالی نے اسے اس عمل کی توفیق بخشی۔

جبکہ افطاری کے وقت اس کی خوشی اپنی عبادت کے باطل کرنے والے اُمور سے حفاظت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہونچنے اور وقتی طور کے لئے منع کردہ ضروریات کے دوبارہ حصول کے باعث ہوگی، جو کہ محبوب خوشی شمار ہوتی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالی کی اطاعت اور اس روزہ کے پورا ہونے کی خوشی ہے، جس پر ثواب جزیل کا وعدہ کیا گیا ہے۔

نمبر4: روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک مشک (کستوری) سے بھی زیادہ خوشبو دار ہوگی، اور یہ خوشبو قیامت والے دن ہوگی، کیونکہ تمام اعمال کے ثواب اسی دن ظاہر ہوں

(1) تفسیر ابن کثیر (80/7)۔

گے، جیساکہ ایک روایت میں ہے: «أطیب عند الله یوم القیامة»[1] ترجمہ:"(روزے دار کے منہ کی بو)قیامت والے دن اللہ تعالی کے نزدیک (مشک سے بھی)زیادہ خوشبو دار ہوگی"، یہ بو اگرچہ دنیا میں لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتی ہے، مگر اطاعت کی وجہ سے ہونے کے سبب یہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔

روزے کی فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ گناہوں اور برائیوں کی مغفرت اور معافی کا سبب ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: «من صام رمضان إیمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه» متفق علیہ[2] ترجمہ:"جس نے بحالت ایمان ثواب کی امید سے رمضان میں روزوں کا اہتمام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے گئے"۔

لیکن یہ فضائل انسان کو اسی وقت نصیب ہوں گی جب وہ کھانے پینے اور شہوت کو ترک کرنے میں مخلص ہو، اور اس کے اعضاء بھی برائیوں سے رکے رہے ہوں، کیونکہ دراصل ثواب عظیم کا مستحق مشروع صوم کا مطلب ہی یہی ہے، اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: «من لم یدع قول الزور والعمل به والجهل فلیس لله حاجة في أن یدع طعامه وشرابه»[3] ترجمہ:"جو کوئی قول زور اور اس پر عمل کرنا اور جہالت نہ چھوڑے اللہ تعالی کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

اے اللہ ہمارے روزوں کی حفاظت فرما اور انہیں ہمارے لئے شفارسی بنا، اس میں ہمیں اپنی اطاعت پر مدد کر، اور ہمیں اپنی نافرمانی کے راستوں سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔ ❑❑

---

(1) یہ روایت مسلم شریف کی (1151)(163) نمبر حدیث ہے۔

(2) بخاری (92/1)، مسلم (760)، اور فرمان نبوی ﷺ: (من ذنبه) سے ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد صغائر اور کبائر دونوں ہیں، مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد صرف اور صرف صغائر ہیں۔

(3) اسکی تخریج امام بخاری (6057) نے کی ہے، مزید معلومات کیلئے اسی معنی کا کلام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب "منهاج السنة" (197،198/5) میں دیکھیں۔

چوتھی حدیث:

ماہ رمضان کی چند خصوصیات کا بیان

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''إِذَا دَخَلَ شهر رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَصفدت الشَّيَاطِينُ''. متفق عليه، وفي رواية لمسلم: ''فتحت أبواب الرحمة''.[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ماہ رمضان کی آمد پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو قید کردیا جاتا ہے''۔ متفق علیہ، مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: ''رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں''۔

تشریح: یہ حدیث ماہ رمضان کی فضیلت اور اس کی اہم خصوصیات پر دلالت کرتی ہے، اس طرح کہ اللہ نے اس ماہ کو دوسرے مہینوں پر فضیلت بخشی ہے، اور دوسرے مہینوں کے مقابلے اس مہینے میں کچھ ایسی چیزیں رکھی ہیں جن کے سبب عمل صالح اور بھلائی واحسان کی طرف رغبت حاصل ہوتی ہے۔

اس ماہ مبارک میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور یہ -واللہ اعلم- رمضان میں خیر کی کثرت اور بخشش وخوشنودی کے اسباب پر خصوصی توجہ کے سبب ہوتا ہے، اس لئے کہ سرکش شیاطین کی زنجیروں اور بیڑیوں میں بندش اور مسلمانوں کے روزے، نماز، تلاوت قرآن اور ذکرواذکار نیز ہر قسم کے خیر وبھلائی کے اقوال و افعال میں مشغولیت کے باعث زمین میں برائی کم ہوجاتی ہے۔

---

(1) بخاری(1899)، مسلم(1079)۔

جس کا بخوبی اندازہ ہمیں بہت سے نافرمانوں کے اللہ کی طرف رجوع اور توبہ و فرماں برداری سے متعلق حرص اور اس فضیلت والے مہینے میں مسجدوں میں حاضری سے ہوتا ہے۔

ہو سکتا ہے قید کیا ہوا شیطان بھی کبھی تکلیف اور نافرمانی کا سبب بنے، لیکن پھر بھی ایسا رمضان کے علاوہ دنوں کی بہ نسبت بہت ہی کم ہوتا ہے، جو کہ روزہ کے نقص و کمال کے اعتبار سے ہوتا ہے؛ لہذا اپنے روزے شروط و آداب کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے والا شیطان سے بے خوف ہوتا ہے، جبکہ ناقص روزے والے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوتی، یہ بھی یاد رہے کہ ان کے قید کئے جانے سے یہ لازم نہیں کہ کوئی برائی یا معصیت ہی نہ واقع ہو، اس لئے کہ شیطان کے علاوہ بھی برائی پر اکسانے والے چند اسباب ہیں، جیسے نفوس خبیثہ، قبیح عادات، شیطان صفت انسان۔ **یا یہ کہ قید کئے گئے شیطانوں سے مراد سرکش شیاطین ہیں**، جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے[1]، اس طرح غیر سرکش شیطانوں کی تاثیر بھی باقی ہوتی ہے، اور حقیقی علم تو اللہ کے پاس ہی ہے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو منظم کرے، نیکیوں کے موسم بہار سے استفادہ کرتے ہوئے نیکیوں اور مختلف فرمانبرداری کے کرنے میں جلدی کرے، اور رمضان کی راتوں میں بے وجہ شب بیداری سے اجتناب کرے، تاکہ دن میں چست و پھرت رہے، اس لئے کہ شب بیداری غیر رمضان میں بھی منع ہے، مگر رمضان میں تو یہ ممانعت اور ہی بڑھ جاتی ہے۔ خاص طور سے آلات لہو و طرب یا ایسی فضول محفلیں جما کر (جن کا نقصان نفع سے بڑھ کر ہو) رات گذارنا، اور پھر دن میں خوب سونا، بلکہ فرض نمازوں کے وقت بھی سوئے رہ جانا۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں خواب غفلت سے بیدار کر دے، ہمیں کوچ سے پہلے تیاری کی توفیق بخش، ہمیں خالی اوقات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کر، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔ ❑❑

---

(1) سنن نسائی (129/4)۔

پانچویں حدیث:

قیام رمضان کا بیان

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه سلم يقول: ''مَن قام رمضان إيمانًا واحتسابًا، غُفِر له ما تقدَّم ذنبه......''. متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے بحالت ایمان ثواب کی امید سے رمضان میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے گئے...''۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث ماہ رمضان میں قیام کی فضیلت پر دلیل ہے، اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ گناہوں کے بخشش کے اسباب میں سے ہے۔ یادرہے کہ مسنون طریقہ سے تراویح کا اہتمام کرنے والا ہی دراصل رمضان کا قیام کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں بخشش **ایمان اور احتساب** کے ساتھ مشروط ہے، ''إيمانًا'' کا مطلب: اللہ کے وعدے، قیام کی فضیلت اور رب تعالی کے نزدیک اس کے اجر عظیم کی تصدیق کرتے ہوئے (اس عبادت کو انجام دینا)۔

''احتسابا'' کا معنی: اللہ تعالی کے یہاں ثواب کی امید سے (اس عبادت کو انجام دینا)، نہ کہ ریاکاری یا دیگر کسی ارادے سے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان کے قیام پر لوگوں کو بغیر تاکید کئے ہوئے ابھارتے تھے، پھر فرماتے: ''جس نے رمضان کا

(1) اس حدیث کو بخاری (2009)، مسلم (759) نے روایت کیا ہے۔

قیام ایمان واحتساب کے ساتھ کیا گویا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے گئے"[1]۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ تراویح کا اہتمام کرے اور اس میں سے کسی طرح کی کوتاہی نہ کرے اور نہ ہی امام سے پہلے بھاگے، اگرچہ امام گیارہ یا تیرہ رکعت سے زیادہ ہی کیوں نہ ادا کرے، کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے: "جس نے امام کے سلام پھیرنے تک قیام کیا، اس کے کے لیے پوری رات قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے"۔[2]

امام کے لوٹنے سے مراد نماز کا ختم ہونا ہے نہ کہ پہلے امام کی نماز کا ختم ہونا—اگر ایک سے زائد امام تراویح پڑھائیں تو- یادرہے کہ یہ گنتی کی چند راتیں ہوتی ہیں عقل مند لوگوں کو اسے فوت ہونے سے پہلے غنیمت جانی چاہئے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: امام احمد سے سوال کیا گیا جسے میں بھی سن رہا تھا: ایک شخص قیام یعنی تراویح کو رات کے آخری پہر تک مؤخر کرتا ہے؟، تو آپ نے فرمایا: نہیں، میرے نزدیک مسلمانوں کا طریقہ زیادہ پسندیدہ ہے[3]۔

اگر انسان سحر کے وقت نماز پڑھنا چاہے تو پڑھے مگر دوبارہ وتر نہ پڑھے بلکہ رات کے پہلے پہر نماز تراویح میں امام کے ساتھ پڑھی گئی وتر پر اکتفاء کرے، جیسا کہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک ہی رات میں دو وتر نہیں"۔[4]

رہی بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی جس میں آپ ﷺ کا

---

(1) اسے امام مسلم (759) نے روایت کیا ہے، اور بخاری میں اس میں سے صرف مرفوع حصہ؛ فرمان نبوی: (من قام...) آخر تک ہی ہے۔

(2) اسے ابو داود (1375)، ترمذی (806)، نسائی (203/3) ابن ماجہ (420/1) نے روایت کی ہے، اور امام ترمذی نے فرمایا ہے: (یہ حسن صحیح حدیث ہے)۔

(3) امام ابوداود رحمہ اللہ کی کتاب مسائل الإمام أحمد، دیکھئے: ص (62)۔

(4) اسے ابوداود (1439)، ترمذی (470)، نسائی (229/3)، احمد (222/26) نے روایت کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے کہ: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اسے حافظ ابن حجر نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری (481/2)۔

ارشاد گرامی ہے: ”تم اپنے رات کی نمازوں میں وتر کو آخری نماز بناؤ“[1] تو وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو رات میں نماز پڑھے اور اس نے پہلے وتر نہ پڑھی ہو، واضح ہو کہ اس میں امر استحباب پر محمول ہے، نہ کہ وجوب پر، لہذا رات کی نماز کا وتر پر ختم کرنا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ سے نماز وتر کی ادائیگی کے بعد بھی رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنا ثابت ہے[2]۔

جب نمازی وتر سے سلام پھیرے تو اسے تین مرتبہ "سبحان الملك القدوس" پڑھنا چاہیئے، تیسری مرتبہ اس کا بآواز بلند پڑھنا مسنون ہے[3]۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمارے دلوں کو تمناؤں کی نیند سے بیدار کر دے، ہمیں کوچ کے قرب اور وقت کے تیزی کی یاد دہانی فرما، ہمارے دلوں کو ایمان پر ثبات نصیب فرما، ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے (آمین)۔

❑❑

---

(1) اس حدیث کی تخریج بخاری (998)، مسلم (751) (151) نے کی ہے۔

(2) اس کی تخریج ابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح اسناد سے کی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ) (159/2)۔

(3) اس کی تخریج ابوداود (1430)، نسائی (244/3)، ابن ماجہ (1171)، احمد (80/35) نے کی ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی کے یہاں سنن (31/2) میں "رب الملائکۃ والروح" کا اضافہ بھی ہے جو کہ غیر محفوظ ہے، دیکھئے: تخریج أحادیث الذکر والدعاء للقحطاني“، از شیخ یاسر بن فتحی المصری (361/1)۔

چھٹی حدیث:

تلاوتِ قرآن کی فضیلت اور اس کے آداب کا بیان

عن أبي أمامة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ''اقرؤوا القرآن؛ فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه''. رواه مسلم [1]

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم قرآن کو پڑھو؛ اس لئے کہ وہ بروز قیامت اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا''۔ مسلم شریف

تشریح: یہ حدیث تلاوت قرآن کی فضیلت اور اللہ کے نزدیک اس کے اجر عظیم پر دلالت کرتی ہے، اور یہ کہ وہ بروز قیامت اپنے اصحاب کے لیے جنت میں داخلہ کے لیے شفاعت کرے گا۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: **''قیامت کے دن قرآن اور اس کے پڑھنے والوں کو لایا جائے گا، سورہ بقرہ اور آل عمران ان کے آگے آگے ہوں گے''**، نبی ﷺ نے ان کے لیے تین مثالیں بھی دی ہیں، جنھیں میں اب تک نہیں بھولا!، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: **''وہ دونوں بدلی کے مانند ہوں گے، یا دونوں ایسے گھنے سائے ہوں گے جن کے درمیان نور ہو، یا وہ دونوں صف بستہ پرندوں کی دو جماعت کی طرح ہوں گے، جو اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے شفاعت کر رہے ہوں گے''** [2]۔

---

(1) صحیح مسلم (804)، اور یہ حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔

(2) اس حدیث کی تخریج امام مسلم (805) نے کی ہے، اور فرمان نبوی: ''شرق'' راء کے فتحہ اور سکون دونوں سے پڑھا جاتا ہے اور سکون ہی زیادہ مشہور ہے، جسکا معنی: نور اور روشنی ہے، اور ''الحزقان'' حاء مہملہ کے زیر اور

لہذا ایک روزے دار کو ان مبارک دنوں اور عظیم راتوں میں بکثرت قرآن کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ ماہ رمضان میں کثرت تلاوت کی جو خصوصیت ہے وہ دوسرے دنوں میں نہیں ہوتی، لہذا بندہ مسلم کو نزول قرآن کے اس ماہ مبارک کو غنیمت جاننی چاہئے، یادرہے کہ رمضان کی راتوں میں تلاوت قرآن کی علیحدہ خصوصیت ہے، اس لئے کہ رات کے وقت مشغولیت تو ہوتی نہیں، ہمت بھی بندھ جاتی ہے اور دل و زبان بھی غور وفکر کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ واللہ المستعان!

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کی جو ممانعت وارد ہے وہ ہمیشگی کے لیے ہے، رہی بات فضیلت والے اوقات جیسے ماہ رمضان اور خصوصاً شب قدر تلاش کی جانے والی راتیں یا فضیلت والی جگہیں جیسے مکہ؛ جب وہاں غیر مقامی باشندے داخل ہوں تو انہیں زمان و مکان کو غنیمت جانتے ہوئے تلاوت قرآن کی کثرت کرنی چاہئے، یہی قول امام احمد، اسحاق اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کرام کا ہے، دیگر ائمہ کے عمل بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے[1]۔

قاریٔ قرآن کو چاہئے کہ وہ تلاوت کے لئے ضروری درج ذیل آداب کو ملحوظ رکھے:

- ❖ اللہ کے لیے نیت کا خالص کرنا۔
- ❖ طہارت کی حالت میں قراءت کرنا۔
- ❖ مسواک کرنا۔

اس لئے کہ یہ اللہ کے کلام کی تعظیم کے باب سے ہے۔

اور اسے چاہئے کہ قرآن کے الفاظ کو زبان سے بھی ادا کرے، صرف دیکھنے پر اکتفاء کرنے

زاء کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اس کا مفرد "حزق" ہے، جماعت کے معنی میں، مطلب یہ کہ پرندوں کی دو جماعت یا دو غول کے مانند ہوں گے۔ اور مسلم شریف کی ایک روایت میں (فرقان) کا لفظ ہے، جو کہ اسی کا ہم معنی ہے۔

(1) "لطائف المعارف" (201،202)۔

والا قاری شمار نہ ہوگا، اور نہ ہی اسے تلاوت کا ثواب ملے گا[1]، اور اسے پڑھنے کے ساتھ تدبر کی بھی کوشش کرنی چاہیئے، کیونکہ یہ بھی مطلوبہ مقاصد میں سے ہے[2]۔

❖ تلاوت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب قاری سجدے کی آیت سے گزرے تو باوضو ہوکر سجدہ کرے، خواہ کوئی بھی وقت ہو۔

❖ اوراپنی آواز اتنی اونچی نہ کرے کہ آس پاس کے لوگوں کو تکلیف ہو، جیساکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد میں اعتکاف کیا تو لوگوں کو باآواز بلند پڑھتے ہوئے سنا، پس آپ ﷺ نے پردہ اٹھاکر فرمایا: ”خبردار! تم سب کے سب اپنے رب سے سرگوشی کررہے ہو، کوئی بھی کسی کو تکلیف نہ پہونچائے، اور نہ ہی تم آپس میں دوران قراءت ایک دوسرے پر آواز بلند کرو“۔ یاکہا: ”دوران نماز“۔[3] واللہ اعلم

اے اللہ قرآن عظیم کو ہمارے دلوں کا بہار، ہمارے سینوں کا نور، ہمارے غموں اور ہماری پریشانیوں کی دوا، اوراپنے اور اپنی جنت کے جانب رہنما بنادے، اے اللہ ہم اس میں سے جو بھول گئے ہیں انہیں یاد دلادے، جونہیں جانتے اسے سکھادے، اوراپنی مرضی کے مطابق ہمیں اس کے تلاوت کی توفیق عطاکر، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے (آمین)۔

❑❑

---

(1) دیکھئے: ابن عبدالبر کی کتاب "التمهید" (46/11)، فتاوی ابن باز (381/24)۔

(2) دیکھئے: قرطبي کی "التذکار فی افضل الاذکار" ص (109)۔

(3) اس کی تخریج ابوداود (1332)، نسائی "الکبری" (289/7، 288)، احمد (393'392/18) نے کی ہے، بیاضی رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کیلئے شاہد بھی ہے، جسے مالک (80/1)، اور اسی طریق سے نسائی نے "الکبری" میں (288/7) اور احمد (363/31) نے بھی روایت کی ہے، اور ابن عبدالبر نے تمہید (309/23) میں کہاہے کہ: بیاضی اور ابوسعید کی حدیثیں ثابت ہیں۔

ساتویں حدیث:

قرآن پر عمل کے وجوب کا بیان

عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "القرآن حجة لك أو عليك..." الحديث. رواه مسلم[1]

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قرآن (یا تو) تمھارے حق میں حجت ہوگا یا تمھارے خلاف ..." الحدیث۔ (مسلم شریف)

تشریح: اس حدیث میں قرآن پر عمل کے واجب ہونے اور اس کے احکام و منہیات کو لازم پکڑنے کی ضرورت پر دلیل ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے اوپر عمل کرنے اور اپنی اتباع کرنے والوں کے حق میں گواہ اور سفارشی ہوگا، جبکہ وہی اس پر عمل اور اس کی اتباع نہ کرنے والوں کے خلاف گواہی دے گا۔

سلف میں سے بعض کا کہنا ہے کہ: جس نے بھی قرآن کی مجالست اختیار کی وہ جیسا کا تیسا نہیں رہ سکتا؛ یا تو اسے فائدہ ہوگا یا نقصان ۔ پھر انھوں نے فرمان باری تعالی: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾، ترجمہ: "یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی " [الإسراء:82][2] کی تلاوت فرمائی۔

نزول قرآن کا سب سے اہم مقصد: اس کے خبروں کی تصدیق کرنا، اس پر عمل کرنا، اس

---

(1) مسلم (323) نے اسے مکمل تخریج کی ہے۔

(2) " جامع العلوم والحکم "شرح حدیث نمبر (23)۔

کے احکام کی بجاوری اور منہیات سے اجتناب کرنا ہے، واضح رہے کہ اس کے نزول کا مقصد صرف لفظی تلاوت؛ قراءت صحیحہ جس میں قاری اللہ اور اس کے کلام کی ادب و تعظیم کے خاطر بہترین صفات اور اشرف ترین خصلتوں سے متّصف ہو، بلا شبہ اگر چہ یہ بھی مطلوب ہے، مگر اس کے علاوہ حکمی تلاوت بھی ضروری ہے، جس پر بندے کی فلاح و کامرانی کا مدار ہے، اور وہ ہے قرآنی تعلیمات کی اتباع!۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: جب لفظ "التلاوة" مطلق طور پر آئے، جیساکہ فرمان باری تعالی: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾، ترجمہ: ”جنہیں ہم نے کتاب دی اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں“ [البقرة:121] میں ہے، تو اس میں قرآن پر عمل کرنا بھی شامل ہوتا ہے، صحابہ اور تابعین نے بھی اس کی ہو بہو اسی طرح تفسیر کی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حقِّ تلاوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حلال کو حلال، حرام کو حرام سمجھا جائے اور جیسے نازل ہوا ہے اسی طرح اس کی تلاوت کی جائے، نہ اس میں کسی قسم کی تحریف کی جائے اور نہ ہی اس میں سے کسی بھی چیز کی غلط تاویل کی جائے[1]۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ﴿يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ کا مطلب ہے کہ وہ لوگ حقیقی طور پر اس کی اتباع کرتے ہیں۔

اس امت کے سلف صالحین کا یہی طریقہ کار تھا، انھوں نے قرآن کو سیکھا، اور زندگی کے تمام مراحل میں اس پر عمل بھی کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص جب دس آیتیں سیکھتا تو

(1) دیکھئے: "تفسیر طبری" (567/2)، تحقیق از: محمود شاکر، تفسیر ابن کثیر (235/1)، مجموع فتاوی (167/7)۔

اس کے معنی کو سمجھنے اور اس کو زیر عمل لانے سے پہلے آگے نہیں بڑھتا تھا[1]۔

اسی طرح ابو عبدالرحمن السلمی نے بھی فرمایا ہے جو کہ کبار تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں[2]۔

لہذا قاریٔ قرآن اور اس کے حافظ کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ میں اللہ تعالی سے ڈریں، اپنی قراءت کو اللہ کے لئے خالص کریں، اس پر عمل کریں اور قرآن کی مخالفت اور اسکے احکام و آداب سے روگردانی سے بچیں، تاکہ انہیں وہ پھٹکار لاحق نہ ہو جو یہود کو لاحق ہوئے تھے، جن کے سلسلے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ﴾ ترجمہ: "جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو"[الجمعۃ:5]، واللہ اعلم۔

اے اللہ ہمیں اپنے کتاب کی اس طرح تلاوت کرنے کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو، اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس میں ذکر شدہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے ہیں، اس کے محکم پر عمل کرتے ہیں اور متشابہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جس طرح تلاوت کا حق ہے اسی طرح تلاوت کرتے ہیں، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

❑❑

(1) اسے ابن جریر (80/1)، حاکم (557/2) نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ "صحیح الاسناد" ہے۔

(2) اسے ابن ابی شیبہ (460/10)، ابن جریر (80/1) نے روایت کیا ہے، شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں کہ: یہ اسناد متّصل اور صحیح ہے۔

آٹھویں حدیث:

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور سخاوت کا بیان

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أجودَ الناس، وكان أجودُ ما يكونُ في رمضان حين يلقاه جبريل، وكان يلقاه في كل ليلة من رمضان، فيُدارسه القرآن، فلَرسولُ الله صلى الله عليه وسلم أجودُ بالخير مِن الريحِ المُرسَلة“. متفق عليه [1]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں حضرت جبریل سے ملاقات کے وقت آپ اور بھی زیادہ سخی ہوجایا کرتے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات ملاقات کرتے اور آپ کو قرآن پڑھاتے، پس آپ ﷺ خیر کے سلسلہ میں تیز آندھی سے بھی زیادہ سخی ہوتے“۔ متفق علیہ

تشریح: اس حدیث میں ہر وقت جود وانفاق پر ابھارنے کے ساتھ ساتھ رمضان میں اس بابت مزید حرص کی طرف اشارہ ہے، کیوں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی پاک ﷺ کو سخاوت سے متّصف کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ کی سخاوت رمضان میں دوسرے دنوں کی بہ نسبت بڑھ جاتی تھی پھر انھوں نے آپ کی سخاوت کو تیز آندھی سے مشابہ قرار دی، اس کا معنی یہ ہوا کہ آپ سخاوت کے لئے جلدی کرنے میں تیز ہوا سے بھی بلند رفتار تھے، ریح مرسلہ سے تعبیر کرنے میں گویا رحمت کے ساتھ اس کی ہمیشگی اور آپ کے سخاوت سے عمومی نفع کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ تیز آندھی جہاں بھی چلتی ہے وہ وہاں سب چیز کو شامل ہوتی ہے۔

سخاوت کا مطلب نوازش کی وسعت اور کثرت ہے، جس میں صدقہ اور دیگر خیر و بھلائی

(1) بخاری (6)، اور مسلم (2308)۔

کے ابواب شامل ہیں، اس حدیث میں ہمہ وقت سخاوت پر ابھارنے کے ساتھ ساتھ رمضان میں اس کے خصوصی اہتمام کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے کہ اس ماہ میں سخاوت کی بہت اہمیت ہے اوراس کے متعدّد فوائد بھی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے بدلے جو بھی سوال کیا جاتا دے دیا کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا جسے آپ ﷺ نے دو پہاڑیوں کے درمیان بھر جانے کی تعداد میں بکریوں کے ریوڑ عطا کردیئے، لہذا اس نے اپنی قوم کے پاس واپس جاکر کہا: اے میری قوم کے لوگو، اسلام لے آؤ؛ کیونکہ محمد ﷺ اس آدمی کی مانند عطا کرتے ہیں جسے گویا فقر کا خدشہ ہی نہ ہو"۔[1]

لہذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے نبی ﷺ سے نمونہ پکڑتے ہوئے فقیروں اور محتاجوں کے لئے خرچ کرے، اپنے پڑوسیوں کے احوال دریافت کرے، صلہ رحمی کرے، اور خیر کے تمام راستوں میں حسب استطاعت خرچ کیا کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں پسند کرتا ہوں کہ آدمی ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے دوسرے دنوں کے مقابلے زیادہ خرچ کرے، تاکہ وہ ضرورت مند لوگ جو نماز اور روزوں میں مشغولیت کی وجہ سے کمائی نہیں کرپاتے ان کے ضروریات کی بھی تکمیل ہوسکے[2]۔

شاید اس ماہ مبارک میں خرچ کا جذبہ اس لئے بھی بڑھ جاتا ہے کہ انسان اپنے اوپر اللہ کی نعمتیں دیکھتا ہے، بایں طور کہ اللہ نے اس کے لئے اپنی جائز خواہشات کے حصول کو آسان بنادیا ہے، جبکہ اس کے غریب ونادار بھائی اس کے بھی حصول کی طاقت نہیں رکھتے، لہذا انسان

(1) مسلم(2312)(57)۔

(2) "معرفۃ السنن والآثار" از بیہقی(382/6)۔

ایسے لوگوں پر بھلائی اور صدقہ کر کے سخاوت کرتا ہے۔

اس امت کے سلف صالحین لوگوں کو پیٹ بھر کھانے کھلانے اور افطاری کرانے کا اہتمام کیا کرتے تھے، بلکہ بعض سلف سے روزہ رکھنے کے باوجود اپنی افطاری دوسرے کو دے دینا بھی منقول ہے، انھیں میں سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، داود الطائی، مالک بن دینار اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ بھی ہیں۔

☆شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں فقیروں کو کھانا کھلا کر ان کا تعاون کرنا اسلامی روایت ہے[1]۔

رمضان میں صدقہ کرنے کے طریقوں میں سے یہ بھی ہے کہ کھانا پکا کر محتاج خاندان تک پہونچا دیا جائے، یا انہیں کھانے کی دعوت دے دی جائے، لیکن جو اس کے علاوہ کوئی ایسا کام کرنا چاہے جو اہل حاجت کے لیے زیادہ نفع بخش ہو جیسے نقدی پیسے دینا، یا کپڑے یا کھانے کی چیزیں دینا، جس سے وہ لمبی مدت تک استفادہ کر سکیں، تو یہ سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ مقصد دینے والے کو ثواب حاصل ہونا اور فقیر کی ضرورت کو دور کرنا ہے، لہذا ہمیں سب سے اچھا راستہ اختیار کرنا چاہئے، جس سے یہ مقصد پورا ہو جائے، اللہ احسان کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔

اے اللہ ہمارے دلوں کو نفاق سے صاف کر دے، ہمارے اعمال کو ریا و نمود سے پاک کر دے، ہماری زبان کو دروغ گوئی سے محفوظ رکھ، ہماری آنکھوں کو خیانت سے پاک کر دے، بے شک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی بھید کو جانتا ہے، اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخشش عطا کر (آمین)۔

❑❑

---

(1) مجموع فتاوی (298/25)۔

نویں حدیث:

روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لینے کے حکم کا بیان

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مَن نسِي وهو صائم، فأكل أو شرِب، فليُتِمَّ صومه، فإنما أطعَمه الله وسقاه". متفق عليه [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے روزے کو مکمل کرے، اس لئے کہ اسے اللہ تعالی نے کھلایا اور پلایا ہے"۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس سلسلہ میں دلیل ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ درست ہوگا، اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور اسے کوئی گناہ بھی نہ ہوگا، اس لئے کہ اس نے ایسا کرنے کا قصد و ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ اسے یہ رزق اللہ نے عطا کیا ہے، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے شخص کو کھلانے اور پلانے کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی ہے، ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: وہ تو اللہ کا رزق ہے جسے اس کو اللہ نے عطا کیا ہے [2]، اور جو عمل اللہ کی طرف منسوب ہو بندے سے اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا، اسلئے کہ اس کے کرنے سے منع تو کیا گیا ہے، مگر وہ کام جو بندے کے اختیار میں نہ ہوں وہ تکلیف کے ضمن میں نہ آئیں گے، اور یہ بھی یاد رہے کہ عموم حدیث کی وجہ سے زیادہ یا تھوڑا کھانے میں بھی کوئی فرق نہیں اور ایسے شخص پر قضاء بھی نہ ہوگی، کیونکہ اسے اسی حالت میں روزہ پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس پورے

---

(1) بخاری (1933)، اور مسلم (1155)۔

(2) دیکھئے: سنن دارقطنی (178/2)۔

کئے گئے روزہ کو بھی صوم ہی کہا گیا ہے، مطلب یہ کہ وہ شخص حقیقی طور پر صائم (روزہ دار) ہی شمار ہوگا۔

فقہاء کرام نے کھانے پینے کے علاوہ بھی دیگر مفطرات کو اسی پر قیاس کیا ہے، کیونکہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے وارد حدیث جسے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رمضان میں بھول کر افطار کرلیا اس کے اوپر کوئی قضاء یا کفارہ نہیں“۔[1]

اور کھانے پینے کی تخصیص غالب ہونے کے اعتبار سے ہے، اور قاعدہ ہے کہ اس اعتبار سے تخصیص کا کوئی معنی نہیں ہوتا، لہذا یہ اس کے علاوہ چیزوں سے اس حکم کے نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

روزے دار کے بارے میں یہ حکم فرمان باری تعالی ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾، ترجمہ: ”اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا“ [البقرۃ:286] کے قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ ہے، اور نبی ﷺ سے حدیث شریف میں یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے اس دعاء کے جواب میں فرمایا: (قد فعلت)، اور ایک روایت میں (قال: نعم) بھی موجود ہے[2]، جو اللہ کی طرف سے بندوں کے ساتھ خصوصی رحمت، آسانی، اور حرج ومشقت کو ختم کرنے کے باب سے ہے۔

جو کسی روزے دار کو رمضان کے دنوں میں بھول کر کھاتے پیتے دیکھے اس پر اس کو یاد دہانی کرانا اور بتانا ضروری ہے، کیونکہ یہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے ضمن میں آتا ہے، اور

---

(1) اس کی تخریج ابن حبان (287/8)، اور امام حاکم (430/1) نے کی ہے اور مسلم کے شرط پر اسے صحیح بھی کہا ہے، امام ذہبی نے اس سے متعلق سکوت اختیار کیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے بھی اسے "بلوغ المرام" میں صحیح قرار دیا ہے، اور اس بارے میں مولف کی دوسری کتاب "منحۃ العلام" (50/5) بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

(2) اس کو امام مسلم (126/125) نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا ہے، اور دوسرا لفظ حضرت ابوہریرہ پر موقوف ہے، لیکن وہ مرفوع کے حکم میں ہے؛ کیونکہ اس طرح کی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ واللہ اعلم

رمضان کے دنوں میں کھانا پینا برائی ہی ہے، یہ اور بات ہے کہ بھول کر ایسا کرنے والا معذور ہے، لہذا اسے فوری طور پر خبر دار کر دینی چاہیے۔

اگر نہاتے، کلی کرتے یا ناک میں پانی ڈالتے وقت حلق میں بلا قصد پانی پہونچ جائے تو روزہ باطل نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کوئی چیز؛ مکھی، راستے کا غبار، آٹا یا اس جیسی دوسری کوئی شئے اڑ کر بلا اختیار حلق سے نیچے اتر جائے تو بھی روزہ فاسد نہ ہوگا، کیونکہ ایسی چیزوں سے بچنا کافی مشکل کام ہے، اور یہ چیزیں بلا قصد و ارادہ واقع ہو جایا کرتی ہیں لہذا وہ عدم عمد اور بے اختیار ہونے کی وجہ سے بھولے ہوئے کی طرح شمار ہوگا۔ واللہ اعلم

اے اللہ تو ہمیں اپنی رضا کے کاموں کی توفیق عطا فرما، اپنی ناراضگی کے کاموں سے محفوظ رکھ، ہمیں اپنے نیک اور فلاح یافتہ بندوں میں شامل کر، ہمیں معاف کر دے، ہمارے توبہ کو قبول فرما، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

❑❑

دسویں حدیث:

سحری کرنے کا حکم اور اس کی برکت کا بیان

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تسحروا فإن في السحور بركة". متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگو سحری کرو، بے شک سحری کرنا برکت کا باعث ہے"۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ روزہ داروں کو سحری کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اس میں برکت کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے دینی اور دنیاوی بھلائی مضمر ہیں، آپ ﷺ کا اس میں برکت ہونے کا ذکر کرنا سحری پر ابھارنے اور اس کی ترغیب کے لیے ہے۔

"سَحُور" -سین کے زبر(َ-) کے ساتھ وقت سحر یعنی رات کے آخری حصہ میں تناول کئے جانے والے کھانے کو کہا جاتا ہے، جبکہ سین کے پیش (ُ-) کے ساتھ "سُحُور" کا مطلب: سحری کھانے کا عمل ہے۔

اس حدیث میں وارد امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے، اس پر اجماع بھی وارد ہے، اس لئے کہ نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام سے وصال کرنا ثابت ہے، اور "وصال" کا معنی ہے: بلا افطار دو یا اس سے زیادہ دن کا روزہ رکھنا، یعنی دن و رات روزہ کی حالت میں گذارنا۔

سحری میں دنیا اور آخرت کے فوائد پر مشتمل بہت سی عظیم برکتیں شامل ہیں، جیسے:

1- عبادت کے لئے طاقت وقوت کا حاصل ہونا سحری کے برکتوں میں سے ہے، یہ دن بھر اللہ

---

(1) بخاری (1923)، مسلم (1095)۔

کی فرمانبرداری: نماز، تلاوت اور ذکر میں روزہ دار کیلئے معاون ہوتی ہے، جبکہ بھوکے شخص سے روز مرہ کے کاموں اور عبادات میں کاہلی واضح طور پر دیکھی جاتی ہے۔

2- سحری کی برکت ہی ہے کہ اس سے انسان کے اندر مزید روزوں کی خواہش پیدا ہوتی ہے، کیونکہ سحری کرنے والے پر روزہ بالکل بھی بھاری نہیں پڑتا، اس سے اسے ذرا بھی تنگی محسوس نہیں ہوتی۔

3- سحری کی برکت میں سے سنت کی پیروی بھی ہے، اس لئے کہ سحری کرنے والا اگر سحری نبی ﷺ کی فرمانبرداری اور اتباع کی نیت سے کرتا ہے تو وہ اس کے لئے عبادت شمار ہوتی ہے، اسے اس کی نیت کا ثواب ملتا ہے، اگر روزے دار کھانے پینے میں روزے اور قیام کی خاطر طاقت کے حصول کی نیت کرتا ہے تو بھی اسے ثواب حاصل ہوتا ہے۔

4- سحری کی برکت ہی ہے کہ انسان رات کے آخری وقت میں ذکر، دعا اور نماز کے لیے بیدار ہوجاتا ہے، جو کہ قبولیت دعاء کی گھڑی ہوتی ہے۔

5- سحری کی برکت میں سے اہل کتاب کی مخالفت بھی ہے، کیونکہ ایک مسلمان سے ہر حالت میں ان کی مشابہت سے دوری اختیار کرنا مطلوب ہے۔ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: (ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے)[1]۔

6- سحری کی برکتوں میں سے فضیلت والے وقت میں نماز فجر کا باجماعت ادا کرنا بھی ہے، لوگوں کے سحری کے لیے بیداری کی وجہ ہی سے ماہ رمضان کے دوران فجر کی نماز میں نمازیوں کی تعداد دوسرے ایام کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

انسان کم سے کم جو بھی چیز کھائے پیئے اس سے سحری کی برکت حاصل ہوجاتی ہے، اس میں کوئی خاص کھانا پکانے کی ضرورت نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

---

(1) اسے امام مسلم (1096) نے روایت کی ہے۔

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کھجور مومن کی بہترین سحری ہے"[1]۔

روزے کے آداب میں سے ہے کہ: روزے دار سحری کھاتے ہوئے پیٹ کو بالکل ہی نہ بھرلے بلکہ ایک خاص مقدار میں حسب حاجت اور مختصر کھائے، اس لئے کہ **کسی آدمی نے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرا!**، یاد رہے کہ سحری کے وقت پیٹ بھر کر کھانے والا ظہر تک اپنے وقت سے استفادہ نہیں کرسکتا، کیونکہ زیادہ کھانے سے انسان کاہل اور سست ہوجاتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ: "کھجور مومن کی بہترین سحری ہے" میں اسی طرف اشارہ ہے، کیونکہ کھجور اعلی غذائی فوائد پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کے لیے ہلکی اور بآسانی ہضم ہونے والی غذاء ہے۔ اور اگر پیٹ بھر کھانے کے ساتھ ساتھ رات بھر جاگنا بھی شامل ہو تب تو سحری کا اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہم تجھ سے ہر قسم کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں، جو ہم جانتے ہیں اس کی بھی اور جو نہیں جانتے اس کی بھی، اے اللہ ہم تجھ سے ہر قسم کی برائیوں سے پناہ چاہتے ہیں، اے اللہ ہمیں برے اخلاق، اعمال، نفس پرستی اور بیماریوں سے محفوظ رکھ، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

❑❑

(1) اسے امام ابوداود (2345)، ابن حبان (253/8)، بیہقی (236/4) نے روایت کی ہے، اور اس میں محمد بن موسی فطری نامی راوی متکلّم فیہ ہے، اور بہت سے ائمہ نے ان کی توثیق بھی فرمائی ہے، اور حافظ نے تقریب میں کہا ہے کہ: وہ " صدوق " ہیں ان کے بارے میں تشیع کی تہمت بھی وارد ہے، اس حدیث کا معنی اور بھی کئی صحابہ سے منقول ہے۔

گیارہویں حدیث:

افطاری کے آداب

عن سهل بن سعد رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''لا يزال الناس بخير ما عجّلو الفطر''. متفق عليه(1)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں بھلائی میں رہیں گے''۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث افطاری کے آداب میں سے ایک اہم ادب پر دلالت کررہی ہے، جوکہ وقت ہوجانے پر افطاری کرنے میں جلدی کرنا ہے، جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سورج کے ڈوبتے ہی افطاری کرلی جائے، جوکہ عظیم ترین خیر و بھلائی کا باعث ہے، انہیں میں سے آپ ﷺ کے طریقے کی اتباع اور سنت پر عمل بھی ہے، کیونکہ نبی ﷺ افطاری کرنے میں جلدی کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک مرتبہ دوران سفر نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جیسے ہی سورج غروب ہوا آپ ﷺ نے چند لوگوں سے فرمایا: ''اے فلاں، جاؤ ہمارے لئے ستو تیار کرو''، انھوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ تھوڑی دیر انتظار کرلیتے تاکہ شام ہوجائے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اترو؛ ستو تیار کرو''، انھوں نے فرمایا: ابھی رات نہیں ہوئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اترو؛ ستو تیار کرو''، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ابھی دن ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اترو؛ ستو تیار کرو''۔ لہذا انہوں نے اتر کر ستو تیار

(1) بخاری (1957)، مسلم (1098)۔

کیا، جسے آپ ﷺ نے نوش کیا اور فرمایا: "جب تم دیکھوکہ رات وہاں سے آگئی ہے تو روزہ افطار کرلیا کرو"[1]۔

اور یہ بھی نقل کیا گیاہے کہ افطار میں جلدی کرنا انبیاء کرام کا طریقہ کار ہے، جیساکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "تین چیزیں انبیاءکے اخلاق میں سے ہیں: افطار میں جلدی کرنا، سحری میں دیر کرنا، نماز میں دائیں ہاتھ کوبائیں ہاتھ پہ رکھنا"[2]۔

افطاری کے جلدی کرنے میں لوگوں کے لیے آسانی ہے، اوردین میں غلو اور شدت پسندی سے دوری بھی ، اس ادب کو سب سے بہترزمانہ؛ صحابہ کرام کے عہد مبارک میں بروئے کار لایاجاتاتھا۔

❖ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت ابو سعید خدری رحمہ اللہ نے سورج کے غروب ہوتے ہی روزہ افطار کیا"[3]۔

❖ عمرو بن میمون اودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اصحاب رسول ﷺ لوگوں میں سب سے جلدی افطاری کرنے والے اور سب سے دیر میں سحری کرنے والے تھے"[4]۔

جس شخص نے سورج کے غروب ہونے کاگمان کرتے ہوئے افطاری کرلیاجبکہ سورج غروب نہ ہواہوتوایسے شخص کاروزہ درست ہوگا، کیونکہ وہ معذور ہے، لیکن جانکاری ہوتے ہی

---

(1) بخاری(1954)،(1101)۔

(2) اسے طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کیاہے، جیساکہ "مجمع الزوائد"(105/2)میں ہے، اورکہاہے کہ: یہ مرفوعاًبھی مروی ہے اور ابوالدرداءپر موقوف روایت بھی ہے، اور موقوف ہی صحیح ہے، مرفوع میں کچھ ایسے راوی ہیں جن کاترجمہ مجھے کہیں نہیں ملاہے، اوریہ حدیث مرفوعاًابن عباس رضی اللہ عنہماسے مروی ہے جسے ابن حبان(5/67-68)نے روایت کی ہے۔

(3) فتح الباری(4/196)۔

(4) اسے عبدالرزاق نے مصنف(4/226)میں تخریج کی ہے،اورفتح الباری(4/199)میں کہاہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

اسے فوراً کھانے پینے سے غروب آفتاب تک رک جانا چاہئے، ایسا شخص بھول کر کھانے والے کے حکم میں شمار ہوگا، اور بھولنے اور غلطی کرنے والے کا حکم یکساں ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ ترجمہ: "اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا " [البقرة:286]۔

روزے دار کو چاہئے کہ وہ افطاری اور قبولیتِ دعاء کے وقت کو غنیمت جانے اور دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی سے متعلق دعا کرے، کیونکہ اس وقت کی گئی دعاء کو اللہ تعالی قبول فرماتا ہے، جیساکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تین لوگوں کی دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں: انصاف پسند بادشاہ کی دعاء، افطاری کے وقت روزہ دار کی دعاء اور مظلوم کی دعاء"۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک روزے دار کے لیے افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہے جو رد نہیں کی جاتی" (2)۔

ابن أبي ملیکہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو افطاری کے وقت یہ دعاء: "**اللهم إني أسئلك برحمتك التي وسعت كل شيء أن تغفر لي**" کرتے ہوئے سنا(3)۔

---

(1) اس کی تخریج ترمذی (3598)، ماجہ (1752) نے کی ہے، اور اس حدیث کے کئی ایک شواہد بھی ہیں اسی میں سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے۔

(2) اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے۔

(3) اسے ابن ماجہ (1753)، حاکم (422/1) اور ابن سنی (481) نے روایت کیا ہے، امام بوصیری کہتے ہیں: یہ اسناد صحیح ہے، دیکھئے: الزوائد ص (254)۔ ان (بوصیری) کی تصحیح میں نظر ہے، منذری نے الترغیب (89/2) میں اسے ضعیف کہا ہے، اس بارے میں وارد ہر حدیث میں کلام ہے، اور اس میں سے بعض بعض کو تقویت پہنچاتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اس بارے میں سلف سے بہت سے آثار بھی وارد ہیں۔ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر

افطاری کے وقت وہ دعاء بھی مستحب ہے، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت: ''ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء الله'' پڑھا کرتے تھے[1]۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں علم نافع، مقبول عمل اور پاکیزہ رزق عطا کر، اے اللہ ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کر، ہماری امیدیں پوری فرما، ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ آمین

❑❑

(2/66-67)، تنبیہ القاری از شیخ عبداللہ الدویش، ص (79،78)، (زوائد السنن الأربع علی الصحیحین في کتاب الصیام) (1/239)۔

(4) اسے ابوداود (2357)، بیہقی (4/239) حاکم (1/422)، ابن سنی (478) اور دارقطنی (2/185) نے روایت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ: (حسین بن واقد نے اسے تنہا روایت کیا ہے، اور اس کی اسناد حسن ہے)، اور یہ راوی حسین؛ ثقہ ہیں، مگر ان کا کئی مرتبہ وہم کا شکار ہونا بھی ثابت ہے، جیسا کہ "التقریب" میں منقول ہے۔

بارہویں حدیث:

روزے دار کا کن چیزوں سے بچنا ضروری ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قال: قال رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَلا يَرْفُثْ وَلايصخب وفي رواية: ولا يَجْهَلْ، وَإِنْ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ'' مَرَّتَيْنِ. متفق عليه [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”روزہ ڈھال ہے، پس کوئی بے حیائی اور شور شرابہ نہ کرے- ایک روایت میں ہے: جہالت کے کام نہ کرے- اور اگر کوئی اس سے لڑائی کرنا چاہے یا اسے گالی دے تو وہ کہے: میں روزے سے ہوں“ -دومرتبہ-، (متفق علیہ)۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ روزے دار کو اپنے روزے کی حفاظت اور اسے اس کے متنافی امور سے بچانے کے لئے اچھے اخلاق کو اپنانے اور بری صفات سے دوری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ اسے روزے کا اصل مقصد حاصل ہو سکے، اور وہ اس پر وارد شدہ مغفرت کا حق دار بن سکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جہالت کو نہ ترک کرے، تو اللہ کو ایسے شخص کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے“[2]۔

فرمان نبوی ﷺ: ''الصیام جنة'' میں "جنة": جیم کے پیش (-ُ) اور نون مفتوحہ کے تشدید (-ّ) کے ساتھ ہے، جس کا مطلب: وہ چیز جو آپ کو محفوظ رکھے، یعنی جو

---

(1) بخاری (1894)، مسلم (1151)۔

(2) اس کی تخریج گذر چکی ہے (ص14)۔

تمہیں اس چیز سے چھپائے اور بچائے جس سے تم خوف کھاتے ہو۔

مطلب یہ کہ روزہ اپنے اہتمام کرنے والے کو دنیا میں نافرمانی سے محفوظ رکھتا ہے، اور جب یہ نافرمانی سے ڈھال ہو گیا تو آخرت میں بھی جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائے گا، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”روزہ اسی طرح ڈھال کے مانند ہے جس طرح تم میں سے کسی کا جنگ میں استعمال ہونے والا ڈھال ہو“[1] جو کہ روزے کی فضیلت پر واضح دلیل ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان: ''فلا يرفُث'' فاء کے ضمہ (ُ) یا کسرہ (ِ) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور "رَفَث" راء اور فاء کے فتحہ (َ) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو حیاء سوز بات کے معنی میں مستعمل ہے، اسی طرح جماع اور شہوت کے ساتھ چمٹنے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ﴾. ترجمہ: ”روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع تمھارے لئے حلال کیا گیا“ [البقرۃ:187]

بہت سے علماء نے اس حدیث میں لفظ مذکور سے فحش اور بے ہودہ باتیں مراد لی ہیں۔ واللہ اعلم

فرمان نبوی ﷺ: ''ولا يصخَب'' خاء معجمہ کے فتحہ (َ) کے ساتھ ہے، اور "صخب" چیخنے، چلانے اور شور شرابہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

فرمان نبوی ﷺ: ''ولا يجهل'' یہاں پر جہل سے حِلم (بردباری) کا عکس مراد ہے، یعنی جاہلوں والے کام؛ چیخنا، چلانا اور بیوقوفی وغیرہ نہ کئے جائیں۔

فرمان نبوی ﷺ: ''فليقل: إني صائم'' یعنی: جب کوئی اس سے جھگڑا کرے، لڑائی پر آمادہ ہو یا برا بھلا کہے تو اسے چاہیے کہ وہ بھی انھیں کے مثل معاملہ نہ کرے، بلکہ

(1) اس کی تخریج امام نسائی(167/4)، ابن ماجہ(1639)، احمد(205/26)، ابن خزیمہ(193/3)، ابن حبان(409/8) نے کی ہے، اس کی سند صحیح ہے، اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

کہے کہ: "میں روزہ سے ہوں"، ہوسکتا ہے کہ اس کا دشمن یہ سوچ کر اس سے لڑائی کرنے اور اسے برابھلا کہنے سے رک جائے کہ وہ اس سے روزہ کے سبب جیت ہی نہیں سکتا۔

بے شک حقیقی معنوں میں مقبول روزہ اعضاء کا برائیوں سے ، زبان کا جھوٹ اور بے ہودہ باتوں سے اور پیٹ کا کھانے پینے سے اور شرم گاہ کا شہوت کی تکمیل سے رک جانا ہے۔

روزہ ایک تربیتی درسگاہ ہے جو حلم ، صبر، اور سچائی کی تعلیم دیتا ہے، اور اچھے اخلاق اور بہتر اقوال و اعمال پر ابھارتا ہے، لہذا روزہ دار شور شرابہ نہیں کرتا، فضول کام نہیں کرتا، غصہ نہیں کرتا ، جھوٹ نہیں بولتا، زبان سے بری باتیں نہیں نکالتا، بلکہ اس کی بات ذکر الٰہی اور اس کی خاموشی اللہ کی کائنات میں غور و فکر کی صورت میں ہوتی ہے، روزے دار کا وقت انمول ہوتا ہے، اس کے پاس فضولیات اور روزے کے ثواب میں کمی یا اس کی حقیقت کو ختم کردینے والے کاموں کی فرصت ہی نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

اے اللہ سلامتی کے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی فرما، ہمیں تاریکی سے روشنی کی طرف نجات دے، ہمیں ہر طرح کی ظاہری و باطنی برائیوں سے محفوظ رکھ، ہمارے کانوں، آنکھوں ، ہماری طاقت و قوت اور ہمارے ازاوج و اولاد ، مال و دولت میں برکت عطا کر، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

تیرہویں حدیث:

روزے دار کے لئے مسواک کی مشروعیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِي الله عَنْه أَنَّ النبي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عند كُلِّ وضوء''. متفق عليه [1]. وللبخاري تعليقًا: ''مع كل وضوء''.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں اپنی امت (کے لوگوں) پر بھاری نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم ضرور دیتا''۔ متفق علیہ، امام بخاری کے یہاں ایک معلق روایت میں: ''ہر وضوء کے ساتھ'' کا لفظ وارد ہے۔

تشریح: یہ حدیث ہر -فرض یا نفل- نماز کے وقت مسواک کے تاکید پر دلیل ہے، اس حکم میں روزے دار یا غیر روزے دار اور دن کے اول حصے یا آخری حصے کی تفریق نہیں کی گئی ہے، تاکہ نمازی عبادت میں سب سے اچھی شکل و صورت اور اچھی خوشبو کے ساتھ داخل ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی فرمان نبوی ﷺ میں ہے کہ: ''مسواک منہ کو پاک اور رب کو راضی کرتا ہے''[2] یہ بھی عام ہے جو روزے دار اور غیر روزے دار

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (847) اور مسلم (252) نے کی ہے، اور لفظ (مع کل وضوء) کو بخاری نے تعلیقًا نقل کیا ہے، حافظ نے ذکر کیا ہے کہ نسائی اور ابن خزیمہ نے مالک سے اسے موصولا روایت کیا ہے، دیکھئے: الِارواء (۱/۱۰۹)۔

(2) اس کی تخریج امام نسائی (10/1)، احمد (240/40)، نے کی ہے اور امام بخاری نے اسے صیغہ جزم کے ساتھ تعلیقًا نقل کیا ہے (158/4) "الفتح"، اس حدیث کے متعدّد صحابہ سے مروی کئی شواہد بھی ہیں، دیکھئے: التلخیص الحبیر (70/1)، الِارواء (105/1)۔

دونوں کو شامل ہے، لہذا تخصیص کے ثابت ہونے تک اس پر عموم کے اعتبار سے عمل کرنا واجب ہے، ویسے اس عام کو خاص کرنے والی کوئی صحیح دلیل ہے ہی نہیں۔

☆ابن العربي رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ: روزے دار کو مسواک کا استعمال کرنے کے بارے میں نہ ہی نفی میں کوئی صحیح حدیث وارد ہے اور نہ ہی اثبات میں، ہاں مگر نبی ﷺ نے ہر وضو اور نماز کے وقت روزے دار اور غیر روزے میں فرق کئے بغیر اس پر ابھارا ضرور ہے، اسی طرح جمعہ کے روز بھی روزے دار اور غیر روزے دار میں فرق کئے بغیر مسواک کی تاکید کی گئی ہے، اور ہم نے اس کے دس فوائد کا تذکرہ پہلے طہارت کے مسائل کے ساتھ کردیا ہے، جبکہ روزے کے مسائل میں ان کا تذکرہ کرنا زیادہ بہتر تھا[1]۔

اور روزے دار کے لئے مسواک کے مشروعیت کا قول ہی اس مسئلہ میں راجح ہے۔

☆شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "زوال کے بعد مسواک کی کراہت کے سلسلے میں کوئی ایسی شرعی دلیل ثابت نہیں ہے، جو اس قابل ہوکہ وہ مسواک کے سلسلے میں وارد عام نصوص کو خاص کرسکے"[2]۔

اور جن لوگوں نے روزے دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کو مکروہ مانا ہے انھوں نے فرمان نبوی ﷺ: "جب تم روزہ رکھو تو صبح میں مسواک کرو اور شام کے وقت نہ کرو"[3] سے استدلال کیا ہے، حدیث میں وارد لفظ "عشي" سے مراد: دن کا آخری حصہ ہے

---

(1) عارضة الأحوذي میں (256/3)، اور (40/1) پر انھوں (ابن عربی) نے مسواک کے فوائد ذکر کئے ہیں۔

(2) مجموع الفتاوی (266/25)۔

(3) اس کی تخریج دارقطنی (204/2)، بیہقی (274/4) نے کیسان کے طریق سے کی ہے، وہ یزید بن بلال اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کرتے ہیں، اور کیسان کے واسطے سے ہی وہ عمرو بن عبد الرحمن اور وہ خباب سے مرفوعًا بھی روایت کرتے ہیں، اسی طرح اس کی تخریج طبرانی نے الکبیر (78/4) میں اور دولابی نے الکنی (52/2) میں علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے، دارقطنی نے کہا ہے کہ: کیسان ابو عمر قوی نہیں ہیں، اسی طرح ان کے اور علی

زوال سے لے کر مغرب تک کا وقت، مگر یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

اسی طرح انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی پہلے گذر چکی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ: ”روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک (کستوری) سے بھی زیادہ خوشبو دار ہے“، جس میں وجہ دلالت یہ ہے کہ "خُلُوف" خاء کے پیش (ـُ) کے ساتھ اس ناپسندیدہ بو کو کہا جاتا ہے جو معدہ کے کھانے وغیرہ سے خالی ہونے کی صورت میں منہ سے نکلتی ہے جو کہ غالباً دن کے آخری حصہ میں ہی ظاہر ہوتی ہے، اور وہ اللہ تعالی کو محبوب ہے لہذا وہ اطاعت کی وجہ سے ہونے کے باعث شرعاً محبوب شمار ہوگی، لہذا اسے مسواک کے ذریعہ ختم کرنا مناسب نہیں۔

لیکن اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں؛ اس لئے کہ خلوف کھانے وغیرہ سے پیٹ کے خالی ہونے کے سبب معدہ سے پیدا ہوتا ہے، جو کہ مسواک سے زائل نہ ہوگا، اور وہی اللہ تعالی کو محبوب ہے کیونکہ وہ بندے کے اپنے پسند کے خلاف اپنے رب کی رضا کے لیے شہوت کو ترک کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، نہ کہ بندے کا اپنے منہ اور دانتوں میں عمداً گندگی کو ترک کرنا پسندیدہ عمل ہے!، پھر یہ بات بھی ہے کہ بعض روزے داروں کو سرے سے خلوف ہوتا ہی نہیں ہے، چاہے وہ معدے کے صفائی کی وجہ سے ہو یا اس لئے کہ ان کا معدہ جلدی ہضم نہ کرتا ہو اور کبھی تو خلوف (بعض کو) زوال سے قبل ہی حاصل ہو جاتا ہے!۔

حضرت عبدالرحمن بن غنم -غین کے فتحہ (ـَ) اور نون کے سکون (ـْ) کے ساتھ- سے اس بابت ایک بہترین بات وارد ہے، فرماتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کر سکتا ہوں؟ تو انھوں

رضی اللہ عنہ کے درمیان کے راوی غیر معروف ہیں، اسی طرح بیہقی نے بھی کہا ہے، اور حافظ نے تلخیص (73/1) میں کہا ہے کہ: اس کی اسناد ضعیف ہے۔

نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: دن کے کس حصہ میں؟ انھوں نے جواب دیا: صبح یا شام کبھی بھی، میں نے کہا: لوگ شام کے وقت مسواک کرنے کو ناپسند کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: " روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبو دار ہوگی"؟ تو انھوں نے کہا: سبحان اللہ! تحقیق کہ یہ مسواک کا حکم انھیں دیا گیا ہے جو اپنے منہ کو عمداً بدبودار کرنے والے نہیں تھے[1]، اس طرح مسواک نہ کرنے میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ اس میں تو بہت سے نقصانات ہیں، واللہ اعلم۔

اے اللہ تو ہمارے عمر کے آخری حصہ کو سب سے اچھے لمحات بنا، اور ہمارے آخری اعمال کو سب سے بہتر عمل بنا، جس دن ہم تجھ سے ملیں وہ دن ہمارا سب سے اچھا دن ہو، اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ تو ہم سے راضی ہو، اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

(1) اسے امام طبرانی نے الکبیر (20/70-71) میں روایت کیا ہے، اور اس کے سند میں بکر بن خیس کوفی العابد نامی راوی ہیں اکثر لوگ اس کی ضعف کے قائل ہیں، اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے، دیکھئے: "تھذیب الکمال" (4/208)۔

چودہویں حدیث:

روزے دار پر قے کے اثر کا بیان

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من ذرعه القيءفليس عليه قضاء، ومن استقاء فليقض“. رواه أبوداود والترمذي وابن ماجه وأحمد[1]، ورواته ثقات.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کو قے غالب آجائے اس پر قضاء نہیں ہے، اور جو عمداً قے کرے وہ قضاء کرے“۔اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے، اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تشریح: یہ حدیث روزے دار کے عمداً قے کرنے سے اس کے روزہ کے فاسد ہوجانے پر دلیل ہے، اور یہ کہ اس پر قضاء کرنا ضروری ہوگا، جمہور کا یہی مذہب ہے۔

رہی بات بلا اختیار قے کے آجانے اور اس کے غالب ہوجانے کی تو اس صورت میں روزہ صحیح ہوگا، اور اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

☆امام خطابي رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”میں اس بارے میں اہل علم کے نزدیک کوئی

---

(1) اس کی تخریج امام ابوداود(2380)، ترمذی(720)، ابن ماجہ(536/1)، احمد(283/16)، حاکم(427/1)، وغیرہم نے عیسی بن یونس کی طریق سے کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ہشام بن حسان نے بیان کیا وہ ابن سیرین سے اور انہوں نے اسے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی اسناد امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، امام دارقطنی (84/2) میں فرماتے ہیں کہ: اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، مگر یہ روایت معلول ہے، امام احمد، بخاری، دارمی، ابوداود، ترمذی، وغیرہم نے اس میں علت بیان کی ہیں، اور اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے، کیونکہ ابوہریرہ کا فتوی اسکے خلاف ہے، جیسا کہ آئندہ آئے گا، اور یہ بات معروف ہے کہ "رواته ثقات" کہنے سے حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔

اختلاف نہیں جانتا"۔[1]

☆اور امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اکثر اہل علم کا یہی قول ہے)۔[2]

"استقاء" کا معنی: قصداً اس کے خروج کا سبب بننا ہے۔

اور "ذرعه" کا معنی ہے: غالب آجانا اور بلا ارادہ نکل جانا۔

حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان جان بوجھ کر قے کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، چاہے قے تھوڑا ہو یا زیادہ کیونکہ اس کے علاوہ دوسرے مفطرات میں کم اور زیادہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆ امام موفق ابن قدامہ فرماتے ہیں: قے چاہے کھانا ہو یا ڈکار یا بلغم یا خون وغیرہ سب ہی برابر ہے، اس لئے کہ تمام چیزیں حدیث کے عموم میں آجاتی ہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب[3]۔

☆ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قے کے مفطر ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: تحقیق کہ روزے دار کو کھانے پینے سے قوت اور غذائیت پہونچانے والی چیزوں سے منع کیا گیا ہے، اس لئے اسے ایسی چیزوں سے بھی روکا گیا ہے جس سے اسے کمزوری لاحق ہو یا اس سے غذائیت کے مادے نکل جائیں، ورنہ اگر اسے اس کی اجازت ہوگی تو نقصان ہوگا، اور وہ اپنی عبادت میں حد سے تجاوز کرنے والا ہی ہوگا، انصاف کرنے والا نہ ہوگا[4]۔

اور بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیساکہ ابن

---

(1) معالم السنن (261/3)۔

(2) المغنی (368/4)۔

(3) المغنی (36/4)۔

(4) مجموع الفتاوی (173/4)۔

عباس، ابو ہریرہ، عکرمہ اور ایک روایت میں امام مالک کا قول ہے، امام بخاری کے اختیار سے بھی یہی ظاہر ہے،[1] کیونکہ اس بارے میں آپ ﷺ سے کوئی بھی چیز ثابت نہیں ہے جبکہ قے تو ایک عام سی چیز ہے۔

☆ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "جب کوئی قے کرتا ہے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ اس سے اندر موجود اشیاء خارج ہوتی ہیں، کوئی شیء اندر داخل نہیں ہوتی"[2]۔ واللہ اعلم

اللہ تو ہمیں راہ اطاعت کی توفیق دے، سنت کی پیروی اور جماعت کو لازم پکڑنے پر ثابت قدم رکھ، اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنانا جنھوں نے حق جان کر بھی اسے ضائع کردیا، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

(1) بخاری نے اسے صحیح سند سے تعلیقا روایت کی ہے (173/4 "فتح الباری")۔
(2) بخاری نے اسے صحیح سند سے تعلیقًا روایت کی ہے (173/4 "فتح الباری")۔

پندرہویں حدیث:

رمضان کے دنوں میں جماع کے حکم کا بیان

عَنْ أَبِي هريرة رضي اللّٰهُ عَنْهُ ،عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أتاه رَجُلٌ ، فَقَالَ: يارسول الله, هَلَكْتُ. قَالَ : وَمَا أَهْلَكَكَ ؟ ، قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: هَلْ تَستطيع مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً ؟ ، قَالَ:لَا، قَالَ: ''هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟''، قَالَ: لَا، قَالَ: ''هَلْ تستطيع أن تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟''، قَالَ: لَا، قَالَ: ''فاجلس''، فجلس, فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ. قَالَ: ''فتَصَدَّقْ بِه''، قَالَ: ما بين لابتيها أحد أَفْقَرَ مِنَّا! قال: فَضَحِكَ رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ. قَالَ: ''خذه فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ''. متفق عليه[1]

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کس چیز نے تمہیں ہلاک کیا ہے؟''، اس نے کہا: میں نے رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے صحبت اختیار کرلی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ایک گردن آزاد کر سکتے ہو؟''، اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم دو ماہ لگاتار روزہ رکھ سکتے ہو؟''، اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟''، اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا بیٹھو''، چنانچہ وہ بیٹھ گیا، اسی درمیان آپ ﷺ کی خدمت

(1) اس حدیث کو امام بخاری نے مختلف جگہوں پر مختلف الفاظ سے نقل کی ہے، انہیں میں سے (1936) بھی ہے، اور امام مسلم نے اس حدیث کو (1111) نمبر پر روایت کی ہے۔

میں ایک ٹوکری بھر کھجوریں پیش کی گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "لو اسے صدقہ کردو"، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس شہر میں ہم سے زیادہ فقیر کوئی ہے ہی نہیں! راوی کہتے ہیں کہ: یہ سن کر آپ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے کچلی والے دانت ظاہر ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے لے لو اور اپنے گھر والوں کو ہی کھلادو"۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث رمضان کے دنوں میں روزے دار کے لئے جماع کے گناہ کی سنگینی پر دلیل ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس آدمی کے "میں ہلاک ہوگیا"، [یعنی: روزے کی حالت میں جس چیز کا کرنا مجھ پر حرام تھا میں نے وہ کام کرلیا ہے]، کہنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ اس نے کہا تھا: "میں جل گیا"۔[1]

یہ حدیث اس بات پر بھی دلیل ہے کہ جس نے جان بوجھ کر بحالت روزہ رمضان کے دن میں جماع کرلیا تو اس کا روزہ باطل ہوجائے گا، جمہور کے قول کے مطابق اس پر سچی توبہ کے ساتھ ساتھ اس دن کی قضاء بھی واجب ہوگی۔

اسی طرح ایسے شخص پر اس برائی کے ارتکاب پر درج ذیل کفارات بھی بالترتیب لازم آئیں گے:

1- مومن گردن (غلام) آزاد کرنا۔
2- اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ لگاتار روزے رکھنا۔
3- اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہر مسکین کے لیے اچھی کوالٹی سے ایک مد گیہوں[2]، واضح رہے مد کی مقدار 563 گرام ہوتی ہے، اس میں چاول وغیرہ جو عام طور سے کھانے میں استعمال ہوتا ہو وہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

---

(1) اس کی تخریج امام مسلم (1112) نے کی ہے۔

(2) کیونکہ بعض روایات کے اندر مجامع کے قصے میں وارد ہے کہ: "اسی وقت ایک ٹوکری لائی گئی جس میں 15 صاع تھا"۔ فتح الباری (69/4) کا مراجعہ کریں۔

اگر کوئی شخص بھول کر جماع کرلے تو اہل علم کے دو قول میں سے صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ صحیح ہوگا اس پر نہ ہی قضاء ہوگی اور نہ ہی اسے کفارہ دینا ہوگا۔

☆ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''حسن اور مجاہد کا کہنا ہے کہ: اگر بھول کر جماع کرے تو اس پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔[1]

اسی طرح اگر کوئی طلوع فجر کے وقت رات کے باقی ہونے کے خیال میں جماع کرلے، پھر اسے معلوم ہو کہ فجر تو طلوع ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں اس پر بھی اہل علم کے راجح قول کے مطابق قضاء اور کفارہ نہیں ہوں گے۔

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ قول تمام اقوال میں سب سے صحیح ہے، اسی طرح شریعت کے اصول اور کتاب و سنت کی دلالت کے بالکل موافق بھی ہے، یہی امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کے اصول کا قیاس بھی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے بھولنے اور غلطی کرنے والے کی خطا کو معاف کردیا ہے، اور یہ بھی غلطی کرنے والا ہی ہے، اور اللہ تعالی نے تو کھانا پینا اور بیویوں سے قربت کو طلوع فجر تک جائز قرار دیا ہے، لہذا جس نے کوئی مندوب اور مباح کام کیا تو وہ مفرط نہ ہوگا، اور ایسا شخص بھولنے والے کے مقابلے میں عذر کا زیادہ حقدار ہوگا، واللہ اعلم''[2]۔

یہ تو رہا آدمی کا حکم، رہی بات عورت کی تو اس کا روزہ بھی فاسد ہوجائے گا، اور اس پر مطلق طور پر قضاء لازم ہوگی، البتہ اگر وہ بھی راضی رہی ہو تو اسے بھی کفارہ دینا پڑے گا لیکن اگر مجبور کی گئی ہو تو ایسی صورت میں اس پر کچھ لازم نہ آئے گا۔

اگر انسان رمضان کی قضاء کے روزے کی حالت میں جماع کرلے تو اس کا روزہ بھی فاسد ہوجائے گا، اسے توبہ کرتے ہوئے اس دن کی قضاء کرنی ہوگی، لیکن اس پر کفارہ نہ ہوگا، کیونکہ

---

(1) فتح الباری (4/156، 155)، اور دیکھئے: تغلیق التعلیق (3/157، 156)، الدراری المضیۃ (2/22)۔
(2) مجموع الفتاوی (25/264)۔

کفارہ رمضان کے دنوں میں روزے کی حالت میں جماع پر وارد ہے، اس لئے کی اس کی خاص حرمت ہے،اورروزے کے توڑنے سے اس کے حرمت کی پامالی ہوتی ہے، قضاء کے برخلاف کہ اس کے لئے توباقی دن بھی ایک ہی مانند ہوتے ہیں[1]۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں مخالفت اور نافرمانی کے اسباب سے محفوظ رکھ، ہمیں اس طرح ایمان لانے کی توفیق دے جس سے تو ہم سے راضی ہوجا، اوراے اللہ تو ہمارے پہلے اور بعد کے اور ظاہر و پوشیدہ اور ان تمام گناہ کو جنھیں تو ہم سے زیادہ جانتا ہے معاف فرما دے، اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔آمین

❑❑

(1) الكافي(357/1), الدرر السنية (388/3).

سولہویں حدیث:

حالت جنابت میں صبح کرنے والے شخص کا روزہ

عن عائشة و أم سلمة رضي الله عنهما: ''أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصبح جنبا من جماع، ثم يغتسل و يصوم'' متفق عليه. وفي حديث أم سلمة: ''ولا يقضي''. (1)

ترجمہ: حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ''نبی پاک ﷺ جماع کی وجہ سے حالت جنابت میں صبح کرتے تھے، پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور روزہ مکمل کرتے'' متفق علیہ۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں (اضافہ) ہے کہ: ''(آپ ﷺ) اس کی قضاء بھی نہیں کرتے تھے''۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اگر صائم اس حالت میں صبح کرے (یعنی اس پر اس حالت میں فجر طلوع ہو) کہ وہ جماع یا احتلام کی وجہ سے جنبی ہو تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، اگرچہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی کیوں نہ غسل کیا ہو، اگر وہ کھانے پینے اور دیگر روزہ توڑنے والی چیزوں سے روزہ کی نیت کرکے اس کا وقت شروع ہوتے ہی رک جائے۔

جنابت ہر اس حالت کو کہا جاتا ہے جس میں انزال یا جماع کے سبب غسل واجب ہوجائے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ [البقرة:187]، ترجمہ: '' اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کی تلاش کرنے کی اجازت ہے۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے'' اور اللہ

(1) بخاری (1925) (1926)، مسلم (1109)۔

تعالی نے جب طلوع فجر کے واضح ہونے تک جماع وغیرہ کی اجازت دی ہی ہے، تو اس سے یہی لازم آتا ہے کہ غسل طلوع فجر کے بعد ہی ممکن ہو گا۔

اس حدیث میں جنابت کو جماع سے خاص کرنے سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آپ ﷺ کا غسل کو مؤخر کرنا آپ کی اختیار کے سبب ہی تھا، اور یہ کوئی بے اختیاری چیز نہ تھی، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنابت کی وجہ سے غسل کرنے میں جلدی کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ اس کا طلوع فجر کے بعد تک مؤخر کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے آیا - جسے وہ دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں- اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نماز کے وقت تک حالت جنابت میں رہ جاتا ہوں؛ تو کیا میں روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں بھی نماز تک حالت جنابت میں ہوتا ہوں پھر بھی روزہ رکھتا ہوں“، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ تو ہماری طرح نہیں ہیں!، اللہ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم مجھے امید ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تقوی کے اسباب کی بابت بھی سب سے زیادہ جاننے والا میں ہی ہوں“[1]۔

اسی طرح حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی مسئلہ ہے کہ جب ان کا خون رک جائے اور فجر سے پہلے پاکی کا احساس ہوجائے تو وہ بھی لوگوں کے ساتھ روزہ رکھیں گی، اگرچہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی کیوں نہ غسل کریں کیونکہ وہ اس صورت میں صوم کی اہل شمار ہوں گی، لہذا انھیں نماز فجر کے وقت پر ادائیگی کی خاطر غسل کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

اگر روزے دار کو روزہ کے دن میں احتلام ہوجائے تو وہ غسل کرلے گا، اور اس کا صوم صحیح ہوگا، کیونکہ وہ اس کے ارادہ اور اختیار سے پرے چیز ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ

---

(1) مسلم (1110).

اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾، ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا“ [البقرۃ:286]۔

اسی حدیث میں روزے دار کے لیے غسل کا جواز بھی ہے، کیونکہ غسلِ واجب، مسنون اور جائز میں کوئی فرق نہیں۔

☆امام بخاری رحمہ اللہ نے: ”باب اغتسال الصائم“ یعنی روزے دار کے غسل کے سلسلے میں باب قائم کر فرمایا ہے کہ: ابن عمر رضِی اللہ عنہمانے اپنے اوپر حالت صوم میں کپڑا بھگوکرڈالا، امام شعبی روزے کی حالت میں حمام میں داخل ہوئے[1]،اور حسن نے کہا: ”روزے دار کے لیے کلی کرنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے“۔

پھرامام بخاری نے اسی باب میں حضرت عائشہ رضِی اللہ عنہاسے مروی شروع میں ذکرشدہ حدیث کونقل کیا۔[2]

☆ابن المنّیِر الکبیرنے مذکورہ باب کے تحت فرمایاہے کہ: ”اس میں روزے دار کے لیے غسل کومکروہ تصور کرنے والوں پر رد ہے، کیونکہ اگرکوئی ان کے لیے غسل کو حلق تک پانی پہونچنے کے ڈر سے مکروہ سمجھتاہے تو یہ علت مسواک اور کلی اور ہانڈی کاذائقہ معلوم کرنے وغیرہ سے باطل ہوجاتی ہے ، اور اگرکوئی اس کورفاہیت کی وجہ سے ان کے لیے مکروہ سمجھتاہے تو سلف نے روزے دار کے لیے بناؤ سنگھار،کنگھی کرنے،تیل اورسرمہ وغیرہ لگانےکی اجازت دی ہے،اسی لئے انھوں نے ان افعال[3]کو اغتسال کے عنوان کے تحت ذکرکیاہے“[4]۔
واللہ اعلم

(1) حمام:وہ جگہ جہاں گرم پانی سے غسل کیاجاتاہے،آج کل ہمارے یہاں معروف(حمام) کے معنی میں نہیں ہے۔
(2) فتح الباری(153/4).
(3) افعال سے مراد:مسواک کرنا،کھاناچکھنا،تیل لگاناوغیرہ ہے، انہوں نے ان کے جواز کے سلسلے میں سلف سے کئی آثار بھی ذکر کئے ہیں۔
(4) المتواري على تراجم البخاري از: ابن المنیرص(131)۔

اے اللہ ہمیں فرمانبرداروں کے راستے پر چلا، اور ہمیں اس پر ثابت قدم رہنے اور استقامت کی توفیق عطا کر، اے اللہ ہمیں حسرت و ندامت کے اسباب سے عافیت دے، ہمیں قیامت کے دن کے خوف سے امان میں رکھ،اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

سترہویں حدیث:

روزے دار کے لئے مباشرت اور بوس وکنار کا حکم

عن عائشة رضي الله عنها قالت: ''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبّل وهو صائم، ويباشر وهو صائم، ولكنه كان أملككم لأَرَبِه''. رواه البخاري ومسلم. وفي رواية لمسلم: ''كان يقبل في شهر الصوم''.[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے، اور روزے کی حالت میں مباشرت بھی کرتے، لیکن وہ تم میں سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنے والے بھی تھے''۔ بخاری اور مسلم۔ اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ بوسہ روزے کے ماہ میں لیا کرتے تھے''۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ روزے دار کے لیے اپنی بیوی سے بوس وکنار اور مباشرت جائز ہے، اس حکم میں نفلی اور فرض روزوں میں کوئی فرق نہیں، الا یہ کہ وہ شخص اپنی شہوت کے بھڑکنے اور -سریع الانزال ہونے کے سبب- منی کے نازل ہونے کا خوف کھائے یا اسے اس کے ذریعہ جماع تک پہونچنے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کے لیے اس صورت میں سد ذریعہ کے طور پر بوسہ اور مباشرت ترک کرنا واجب ہوگا، کیونکہ روزے کو خراب ہونے سے بچانا واجب ہے، اور جس چیز کے بغیر واجب پورا نہ ہو وہ بھی واجب کی حیثیت رکھتا ہے؛ اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرنے والے کو ناک میں پانی داخل کرتے ہوئے مبالغہ کا حکم دیا ہے مگر روزے کی حالت میں اس کی ممانعت وارد ہے، تاکہ پانی اس کے پیٹ تک نہ پہونچ جائے اسی طرح سے بوس وکنار سے بھی منع کیا جائے گا تاکہ اس کے سبب

---

(1) اسے امام بخاری (1927)، اور مسلم (1106) نے روایت کیا ہے۔

جماع نہ واقع ہوجائے جس سے کہ روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول: "ولکنه كان أملككم لأَرَبه" ترجمہ: "لیکن وہ تم میں سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے" اسی پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث میں لفظ "أَرَب" ہمزہ اور راء کے فتحہ (َ-) کے ساتھ ہے، جو غرض اور حاجت نفس کو کہا جاتا ہے، جبکہ ہمزہ کے کسرہ (ِ-) اور راء کے سکون (ْ-) کے ساتھ "إِرْب" سے عضو مراد ہوتا ہے اسی طرح اس کا اطلاق حاجت پر بھی ہوتا ہے۔ معنی یہ کہ روزہ دار کو بوس و کنار سے بچنا چاہیے، اور یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے مثل ہیں اور یہ ہمارے لئے بھی جائز ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ اپنے نفس پر کنٹرول رکھتے تھے، اس وجہ سے آپ کو (روزے کو فاسد کرنے والے) کسی چیز کے وقوع کا خدشہ نہ تھا، اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو اپنی حاجت پر کنٹرول نہ کرسکے اس کے لئے ایسا کرنا نقصان دہ ہوگا۔[1]

مباشرت سے مراد دونوں کے جسم کا چمٹنا ہے؛ جو کہ بوس و کنار سے عام ہے، اور اس کا اطلاق جماع پر بھی ہوتا ہے، مگر وہ یہاں پر مراد نہیں ہے، اور بوسہ کے بعد مباشرت کا ذکر خاص کے بعد عام کے ذکر کے قبیل سے ہے، کیونکہ بوسہ مباشرت سے خاص ہے۔

اس لئے روزے دار کا روزہ بوس و کنار یا مباشرت کرتے ہوئے منی نکل جانے سے فاسد ہوجائے گا، اور بقول جمہور اس پر قضاء لازم آئے گی، لیکن اس پر کفارہ نہ ہوگا کیونکہ کفارہ جماع کے ساتھ خاص ہے، ہاں مگر اس پر ندامت، توبہ، استغفار اور اس طرح کی شہوت کو برانگیختہ کرنے والی چیزوں سے بچنا ضروری ہوگا، اس لئے کہ اس سے یہ چیز ایک عظیم عبادت میں صادر ہوئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "بندہ (بحالت روزہ) اپنے کھانے پینے، اپنی لذت اور بیوی کو میری ہی خاطر ترک کرتا ہے"[2]۔ لہذا روزہ دار سے اپنی تمام لذت و شہوات کا چھوڑنا مطلوب

---

(1) دیکھئے: "المعلم بفوائد مسلم للمازری" (2/33-34)۔

(2) صحیح ابن خزیمہ (3/197)۔

ہے، اور اس عموم میں منی کا انزال بھی داخل ہے [1]۔

اگر مباشرت اور بوس وکنار کرتے ہوئے مذی خارج ہو تو علماء کے دو قول میں صحیح قول کے مطابق اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ ایسی چیز ہے جس پر غسل واجب نہیں ہوتا، لہذا وہ پیشاب کے مثل شمار ہوگا۔

روزے دار کو چاہیئے کہ وہ ہر اس چیز سے اجتناب کرے جو اسے حرام میں واقع کرے یا روزے میں خلل ڈالے یا اس کے ثواب میں کمی واقع ہو، کیونکہ یہ اللہ تعالی کے اوامر و نواہی کی تعظیم کے باب سے ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ﴾، ترجمہ: "یہ جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے۔" واللہ اعلم۔

اے اللہ ہمیں ایمان کی حالت میں وفات دے، ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر، اے اللہ تو ہمیں اپنی نافرمانیوں سے بچنے کی توفیق دے، ہمیں اپنے رضا کے راستوں کی رہنمائی فرما، اور ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی سے نواز، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ آمین

❑❑

---

(1) دیکھئے: "الترجیح فی مسائل الصوم والزکاۃ" بقلم: محمد بن عمر بازمول ص(96)۔

اٹھارہویں حدیث:

مریض اور مسافر کے روزے کا حکم

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: "سافرت مع رسول الله ﷺ في رمضان، فلم يَعِبِ الصائم على المفطر، ولا المفطر على الصائم". متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان میں سفر کیا، ہم میں سے نہ روزے داروں نے افطار کرنے والوں (کے عمل) کو معیوب سمجھا اور نہ افطار کرنے والوں نے روزے داروں (کے عمل) کو"۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ مسافر اگر روزہ رکھنے کی طاقت پائے تو روزہ رکھے اور اگر وہ اپنے لئے افطار کو بہتر تصور کرے تو اس کے لئے افطار کی بھی رخصت ہے، جس کی اسے بعد میں قضاء کرنی ہوگی، کیونکہ آپ ﷺ نے صحابہ کے روزہ رکھنے اور افطار کرنے پر سکوت اختیار کیا اور آپ ﷺ کا کسی امر پر سکوت اختیار کرنا بھی حدیث کی ایک قسم ہے جو کہ حجت ہے، اور یہ شریعت کے آسانیوں میں سے ایک ہے، (تمام تر تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں)، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ ترجمہ: "ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمھارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں وہ چاہتا ہے۔" [البقرة:185].

افطار کی رخصت سفر کے باعث ہے۔نہ کہ مشقت کی وجہ سے۔لہذا اگر کوئی مثال کے طور پر بذریعہ جہاز سفر کرے تو اس کے لیے اپنے شہر کے چھوڑنے اور مسافر ہونے کی وجہ سے افطار جائز ہوگا۔

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (1947)، اور مسلم (1121) نے کی ہے۔

متعدّد نصوص اس بارے میں دلیل ہیں کہ اگر مسافر کو روزے کی وجہ سے سخت مشقت کا سامنا ہو تو اس پر روزہ حرام ہوگا، کیونکہ نبی ﷺ کو غزوہ فتح کے موقع پر بتایا گیا کہ لوگوں پر روزہ رکھنا بھاری پڑ رہا ہے تو آپ ﷺ نے عصر کے بعد پانی طلب کرکے اسے نوش کیا اور لوگ آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے، پس آپ ﷺ سے کہا گیا کہ: بعض لوگوں نے (ابھی بھی) روزہ رکھا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ نافرمان لوگ ہیں وہ نافرمان لوگ ہیں"[1]۔

لیکن اگر اس پر روزہ معمولی مشقت کا باعث ہو تو بھی اسکے لئے افطار ہی بہتر ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "بے شک اللہ تعالی کو اپنے دیئے ہوئے رخصت کا قبول کرنا بھی ایسے ہی پسند ہے جیسے معصیت کا ارتکاب اسے ناپسند ہے"[2] اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: "جس طرح واجبات پر عمل اللہ کو پسند ہے"۔[3]

اگر اس پر روزہ بھاری نہیں پڑتا تو اسے اپنے اعتبار سے آسانی پر عمل کرنا چاہئے، اور دونوں برابر ہو تو اس صورت میں آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے روزہ رکھنا افضل ہوگا، ذمہ داری کی ادائیگی کے لحاظ سے یہی بہتر بھی ہے، کیونکہ اس وقت لوگوں کے ساتھ روزہ رکھنے میں اسے زیادہ نشاط بھی محسوس ہوگی۔

رہی بات مریض کی تو اگر وہ بلا ضرر و مشقت روزہ رکھنے کی طاقت پائے تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا، ورنہ فرمان باری تعالی: ﴿ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ ترجمہ: "ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمھارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں وہ چاہتا ہے" [البقرة:185]، کے عموم کی وجہ سے افطار کرے گا۔

---

(1) اسے امام مسلم (1114) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اسے أحمد (112/10)، ابن خزیمہ (950)، ابن حبان (451/6) نے أبو ہریرہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

(3) اسے ابن حبان (333/8)، اور طبرانی نے "الکبیر" (11881) میں بواسطہ ابن عباس رحمہ اللہ نقل کیا ہے، اور حدیث کے متعدّد صحابہ سے شواہد بھی وارد ہیں۔

جب بیماری دن میں، دورانِ روزہ لاحق ہو اور روزہ پورا کرنا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں افطار کو جائز کرنے والے عذر کی وجہ سے دن کے کسی بھی حصہ میں افطار کرنا جائز ہوگا۔

جہاں تک روزے رکھنے سے عاجز بوڑھے آدمی کا مسئلہ ہے تو وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔ اور کھانا کھلانے کے سلسلے میں اسے اختیار ہوگا کہ وہ دانے کی صورت میں فی کس اچھی کوالٹی کا ایک ایک مد (ایک مد کی مقدار 563 گرام ہوتی ہے) تمام مساکین پر تقسیم کر دے یا کھانا پکا کر افطار والے دنوں کے بقدر مساکین کو دعوت دے دے۔

کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "وہ ایک سال روزہ رکھنے سے کمزور ہو گئے تو انھوں نے ایک جفنہ (دیگ) ثرید بنا کر تیس مسکینوں کو بلایا اور انھیں پیٹ بھر کھانا کھلا دیا"[1]۔

جو شخص بالکل بوڑھا ہو جائے، اس میں تمیز کی صلاحیت تک نہ ہو، تو اس صورت میں تکلیف کے ساقط ہونے کے باعث نہ اس پر روزہ ہوگا اور نہ ہی وہ کسی کو کھانا کھلائے گا، لیکن کبھی کبھار اگر اسے ہوش بھی آتا ہو تو اس وقت اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا[2]۔

اے اللہ ہم تیری رضا کے ذریعہ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں اور تیرے درگزر کے ذریعے تیری سزا سے پناہ چاہتے ہیں، اور اے اللہ ہم تیرے ذریعہ تجھ سے پناہ چاہتے ہیں، ہم تیری تعریف کو اس طرح شمار نہیں کر سکتے جس طرح تو نے خود تعریف کی ہے، اور ہم تجھ سے ہی اچھے اعمال اور اخلاق کا سوال کرتے ہیں، اس لئے کہ نیک اعمال و اخلاق کی طرف صرف تو ہی رہنمائی کر سکتا ہے، ہم تجھ سے ہی برے اخلاق و اعمال کے پھیرنے کا سوال کرتے ہیں، کیونکہ صرف تو ہی انھیں پھیر سکتا ہے، اور اے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

---

(1) اسے عبدالرزاق (7570)، ابن أبي شیبہ (533/7)، اور دارقطنی (207/2) وغیرہم نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح اور ثابت ہے، دیکھئے: "شرح العمدة"، کتاب الصیام (260/2)۔

(2) دیکھئے: "مجالس رمضان" از شیخ محمد بن عثیمین ص (28)۔

انیسویں حدیث:

حیض اور نفاس والی عورتوں سے متعلق احکام

عن معاذة بنت عبدالله العدويَّة قالت: ''سألتُ عائشة رضي الله عنها فقلتُ: ما بال الحائض تقضي الصوم، ولا تقضي الصلاة؟ فقالت: أحَرُورِيَّةٌ[1] أنت؟ قلت: لستُ بحرورية، ولكني أسألُ، قالت: كان يُصِيبنا ذلك؛ فنُؤمَر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلاة''. متفق عليه[2]

ترجمہ: حضرت معاذہ بنت عبداللہ عدویہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ: ''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اور کہاکہ: کیاوجہ ہے حیض والی عورت روزوں کی قضاءتو کرتی ہے، مگر نماز کی قضاء نہیں کرتی؟ توانھوں نے کہا: کیا تو حروریہ ہوگئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں میں حروریہ نہیں ہوں، بس سوال کررہی ہوں۔ انھوں نے فرمایا: ہمیں جب ان حالات سے گزرنا پڑتا تھا؛ پس ہمیں روزے کے قضاء کاحکم دیاجاتا اور نماز کی قضاء کاحکم نہیں دیاجاتا''۔ (متفق علیہ)

تشریح: اس حدیث میں اس بات پردلالت ہے کہ حائضہ عورت کے لیے روزہ رکھنا جائزنہیں -نفاس والی عورتوں کابھی بالاجماع یہی حکم ہے-، لہذاوہ رمضان میں افطار کرکے (بعد میں) قضاء کریں گی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے توروزہ اور نماز نہیں چھوڑتی؟''،

---

(1) حروریہ: عراق میں کوفہ کے پاس ایک شہرکی جانب نسبت ہے، جس میں خوارج کا پہلافرقہ ظاہرہواتھا، جنھوں نے حضرت علی پر خروج کیا، اسی لئے خوارج کی طرح سوچ رکھنے والے کوحروری کہاجاتاہے۔ ان کے دین میں تشدد کے باب سے ہی اور مخصوص رائے یہ بھی تھی کہ حائضہ عورت روزہ ہی کی طرح نماز کی بھی قضاء کرے گی۔

(2) اس کی تخریج امام بخاری (321)، اور مسلم (335) نے کی ہے۔

ہم نے کہاہاں کیوں نہیں ؟، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ان کا دینی نقصان ہے“[1]۔

یہ عورتوں کے ساتھ اللہ تعالی کی رحمت ہی ہے کہ؛ نماز جوکہ ہر دن پڑھناہوتا ہے اور حیض بھی چونکہ غالبا ہر ماہ کی بات ہے، لہذا اگرانہیں نماز کی قضاء کا پابند بنایا جاتا تو اس میں ان کے لئے کافی مشقت ہوتی، اور یہ بھی بات ہے کہ پاک ہونے کے بعد اس عبادت کی ادائیگی میں تسلسل کے سبب اس کے قضاء کی ضرورت ہی نہیں بچتی، اسی طرح اس عبادت کی مصلحت اس کی قضاء کو ترک کرنے سے فوت نہیں ہوتی، جبکہ روزہ سالانہ عبادت ہے، اور اس کی قضاءمیں بھی کوئی مشقت نہیں، واضح رہے اس میں بھی عورت ہی کا فائدہ مضمر ہے، ﴿واللہ علیم حکیم﴾ [نساء:26]۔[2]

جب عورت پر دن کے کسی بھی حصے میں حیض یا نفاس کی حالت طاری ہوجائے تو اس کے اس دن کا روزہ فاسد ہوجاتا ہے -اگرچہ غروب شمس کے چند لمحہ پہلے ہی کیوں نہ ہو-، اور اس پر اس دن کا قضاء کرنا واجب ہوجائے گا الا یہ کہ وہ نفلی روزہ رہاہو تو ایسی صورت میں اس کی قضاء بھی نفل ہی ہوگی، کیونکہ قضاء بھی ادا کے مثل ہوتا ہے۔

مذکورہ حالت میں وہ چھپ کر افطار کرے گی، کیونکہ وہ(افطار کے لیے)ایک پوشیدہ ساسبب ہے، لہذا اعلانیہ طور پر اِفطارکرکے وہ خودکو تہمت کا شکار نہ بنائے، تاکہ کوئی جاہل شخص اس کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ بلاعذر بھی روزہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ والعیاذ باللہ

اگر عورت کو حیض کی علامات (تکلیف یا انتقال) کا احساس ہومگر غروب شمس سے قبل کچھ بھی خارج نہ ہو تو اس کا روزہ درست ہوگا، کیونکہ مذکورہ حکم حیض کے پائے جانے سے متعلق ہے جس کا وجود اس وقت تک نہیں تھا۔

(1) اس کی تخریج امام بخاری (304)، (1951) نے کی ہے اور مسلم (132)(79،80) نے اس کی تخریج ابن عمر اور ابوہریرہ کے واسطے سے کی ہے۔

(2) دیکھئے: "اعلام الموقعین" (60/2)۔

اگر خاتون رمضان کے اندر دن کے کسی حصہ میں پاک ہو تو اس دن کی ابتداء میں روزہ کے منافی امر کے موجودگی کے سبب اس کے اس دن کا روزہ صحیح نہ ہوگا، بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ باقی دن زمانے کا احترام کرتے ہوئے مفطرات سے پرہیز کرے گی اور پھر قضاء بھی کرے گی، جبکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس امساک سے کوئی فائدہ نہ ہونے کے سبب وہ مفطرات سے نہ رکے کیونکہ اس پر قضاء تو واجب ہی ہے، اور واللہ اعلم یہی بات زیادہ ظاہر اور درست بھی ہے۔

جب عورت رمضان کے رات میں پاک ہو اگرچہ فجر سے چند لمحہ پہلے ہی کیوں نہ ہو بایں طور کہ خون رک جائے اور پاکی کا احساس ہو، اس صورت میں اس پر روزہ رکھنا واجب ہوگا، کیونکہ وہ اس صورت میں روزہ رکھنے کی اہل ہوجاتی ہے، اگرچہ غسل طلوع فجر کے بعد ہی کیوں نہ کی ہو -جیسا کہ گذر چکا ہے- اس لئے کہ غسل کرنا روزہ کے شروط میں سے نہیں ہے۔

اگر نفاس والی عورت رمضان کے دنوں میں چالیس دن سے پہلے ہی پاک ہوجائے تو اس پر بھی روزہ رکھنا واجب ہوگا، اور وہ پاک عورتوں کی طرح دیگر کام بھی کرے گی، کیونکہ نفاس کے اقل مدت کی کوئی تحدید نہیں ہے۔

رہی بات استحاضہ کی تو اس کی وجہ سے روزہ منع نہیں ہے، کیونکہ نصوص حیض و نفاس سے متعلق وارد ہیں اور اس لئے بھی کہ استحاضہ کا خون مستمر ہوتا ہے، جبکہ حیض کا خون وقتی طور کے لیے ہوتا ہے، استحاضہ کے وقت نماز بھی منع نہیں ہوتی، اور نہ ہی خانہ کعبہ کا طواف منع ہوتا ہے، اسی طرح روزہ بھی منع نہ ہوگا، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، واللہ اعلم۔

اے اللہ جبریل و میکائیل اور اسرافیل کے رب ہم تجھ سے عذاب قبر اور جہنم کی گرمی سے پناہ مانگتے ہیں، اور ہم تجھ سے بے خشوع دل اور غیر مقبول دعاء اور لالچی نفس اور بے سود علم سے بھی پناہ چاہتے ہیں، اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

بیسویں حدیث:

اعتکاف کا بیان

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعتكف العشر الأواخر من رمضان". متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: " رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے"۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اعتکاف اور مسجد کو لازم پکڑنے کی فضیلت پر دلیل ہے-خاص طور سے رمضان کے آخری عشرے میں-کیونکہ آپ ﷺ اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے، اورآپ ﷺ کے جو کام اطاعت اور قربت کے طور پر رہے ہوں وہ ہمارے لئے بھی مندوب ہیں۔

اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں بھی کی جاسکتی ہے، اگرچہ نماز جمعہ کے لیے نکل کر کہیں اور جانا پڑے، لیکن اگر جامع مسجد میں ممکن ہو تو یہ سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ بعض اہل علم اس کی بھی شرط رکھتے ہیں۔

اعتکاف کرنے والے کو اعتکاف کی جگہ-جمہور اہل علم کے قول کے مطابق- اکیسویں رات کے غروب شمس سے پہلے ہی داخل ہو جانا چاہیے، کیونکہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: "...جس نے میرے ساتھ (پہلے) اعتکاف کیا تھا وہ آخری عشرہ میں بھی میرے ساتھ اعتکاف کرے"[2]،اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اعتکاف کے مقاصد میں سے شب قدر کی تلاش بھی ہے جس کی امید طاق راتوں میں زیادہ ہوتی ہے،

---

(1) بخاری(2025), اور مسلم(1171)۔

(2) بخاری(2018)،اور مسلم(1167)۔

اوراکیسویں رات ہی پہلی طاق رات ہے۔

آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف کرنے کے بہت سے عظیم فائدے ہیں کیونکہ اس طرح انسان وقتی طور کے لیے زندگی اور دنیا کی مشغولیات سے الگ ہوکر پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

چونکہ معتکف عبادت کی غرض سے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں الگ ہوتا ہے، اس لئے اسے عورتوں سے مباشرت، ان سے بوس وکنار یا اس طرح کے دیگر کاموں سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح شدید انسانی ضرورت جیسے: (احتلام یا جنابت کے سبب) غسل، (مسجد میں قضاء حاجت کے لیے انتظام نہ ہونے کی صورت میں) پیشاب، پاخانے کی خاطر، اور (کھانے پینے کے انتظام کرنے والوں کی عدم موجودگی میں) کھانے پینے کا انتظام کرنے کے علاوہ معتکف کے لیے مسجد سے باہر نکلنا بھی درست نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "جب اللہ کے رسول ﷺ حالت اعتکاف میں ہوتے تو بلا ضرورت گھر میں داخل نہ ہوتے"۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ: "سوائے بشری ضروریات کے لیے"(1)۔

رہی بات کسی غیر واجب اطاعت وفرمان برداری والے کام جیسے: مریض کی عیادت یا جنازے وغیرہ میں شرکت کے لیے نکلنے کی تو اسے ان اُمور سے دور ہونا چاہیے، الا یہ کہ وہ اعتکاف کی ابتداء میں اس کی شرط رکھ لے-دو اَقوال میں سے ایک کے مطابق- ،واللہ اعلم۔

معتکف کو چاہئے کہ وہ اعتکاف کی حکمت کو ذہن نشین رکھے، اپنے وقت کو نماز، تلاوت قرآن، اور اللہ کے ذکر میں صرف کرے، اپنے وقت سے استفادہ کرتا رہے، اسی طرح کے لئے حصول علم اور تفسیر و توحید اور حدیث وغیرہ کی مفید کتابیں پڑھنا بھی درست ہے، اسی طرح کچھ دیر کے لیے اپنے اہل و عیال یا کسی اور کے ساتھ اچھی اور مصلحت والی گفتگو

(1) بخاری (2029)، اور مسلم (297) اور یہ اضافہ انہیں کے یہاں ہے۔

کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ: ”نبی ﷺ اعتکاف کی حالت میں تھے، میں رات میں آپ ﷺ کی زیارت کے لیے آئی، اور ان سے بات کی، پھر جب میں نے واپس آنا چاہا تو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوگئے...“ الحدیث[1]، واللہ اعلم۔

اے اللہ ہم تجھ سے خلوت و جلوت دونوں حالت میں تیری خشیت کا سوال کرتے ہیں، اور غضب و رضا میں حق بات کرنے کی توفیق کا سوال کرتے ہیں، فقر و غنی دونوں حالت میں اے اللہ ہم تجھ سے میانہ روی کا سوال کرتے ہیں، ہم تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمتوں کا سوال کرتے ہیں، نہ ختم ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک اور تیرے کرم والے چہرے کی طرف دیدار کی لذت کا سوال کرتے ہیں، اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

(1) بخاری (2035)، اور مسلم (2175)۔

رمضان کے آخری عشرے سے متعلق احادیث

پہلی حدیث:

آخری عشرے میں خصوصی اجتہاد کا بیان

عن عائشة رضي الله عنها قالت: "كان النبي ﷺ إذا دخل العشر أحيا الليل، وأيقظ أهله، وجد، وشد المئزر". متفق عليه. وفي رواية لمسلم: "كان رسول الله ﷺ يجتهد في العشر الأواخر ما لا يجتهد في غيره". [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ: "جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو نبی ﷺ رات کو جاگ کر خود بھی عبادت کرتے، اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے، خوب جد و جہد کرتے اور ازار کو کس لیتے تھے"۔ متفق علیہ، اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: "جتنی محنت رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں کیا کرتے تھے اتنی محنت اس کے علاوہ کبھی نہیں کرتے تھے"۔

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کو دوسرے دنوں کے مقابلے خصوصی اہمیت حاصل ہے، لہذا ان مبارک ایام میں نماز، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

مندرجہ بالا حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے رہبر و قدوہ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی چار صفات بیان کی ہیں:

---

(1) بخاری (2024)، مسلم (1174)۔

پہلی صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا قول: ''أحیا اللیل''. یعنی: آپ رات کو جاگتے ہوئے اسے اطاعت و فرمانبرداری میں گذارتے تھے، ان راتوں میں جاگ کر گویا آپ ﷺ خودکو زندہ رکھتے تھے، کیوں کہ نیند موت کے مشابہ ہوتی ہے، معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ رات کوقیام کرتے ہوئے اللہ رب العالمین کی عبادت میں گذارتے تھے۔

رہی بات حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث[1] میں پوری رات قیام کے ممانعت کی تو اسے سال کے تمام مہینوں میں اس پر ہمیشگی برتنے پر محمول کیا جائیگا[2]۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اِس سے مراد رات کے اکثر حصے میں جاگنا ہو، جیساکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان میں ہے کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی صبح ہوجانے تک رات کا قیام کرتے نہیں دیکھا''،[3] اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا قول: ''وأیقظ أھله''، یعنی: آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات، امہات المؤمنین کو بھی بیدار کیا کرتے تھے، تاکہ ان مبارک اوقات میں وہ بھی خیر کے حصول اور ذکر و عبادت میں آپ کے ساتھ ساتھ شریک رہیں۔

تیسری صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا قول ''وجدّ''، یعنی: پہلے دو عشروں کی بہ نسبت اس عشرے میں عبادت کی بابت زیادہ محنت کیا کرتے تھے؛ کیونکہ اسی عشرے میں شب قدر کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

چوتھی صفت: آپ رضی اللہ عنہا کا قول: ''وشد المئزر''. یعنی عبادت میں خوب جد و جہد کرتے تھے، ایک معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ: بیویوں سے دور رہتے تھے، پہلے جملے پر عطف ہونے کے سبب یہی معنی زیادہ درست بھی معلوم ہوتا ہے، اس لئے بھی کہ آپ ﷺ

---

(1) بخاری (1974)، مسلم (1159)۔

(2) مجموع فتاوی (308/22)۔

(3) مسلم (746) (141)، اور دیکھئے: "لطائف المعارف" ص 216-217۔

رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور بحالت اعتکاف عورتوں سے قربت جائز نہیں۔

بے شک یہ عشرہ اس ماہ مبارک کا آخری حصہ ہے اور اعمال کی قبولیت کا دار و مدار خاتمے پر ہوتا ہے، اس عشرہ میں اللہ کے لیے قیام کرتے ہوئے ممکن ہے کہ شاید انسان کو شب قدر نصیب ہو، اور اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف ہوجائیں، لہذا مسلمان کو چاہیئے کہ اس ماہ کے اختتام پر نیک اعمال میں کثرت کی کوشش کرے اور اطاعت الٰہی پر صبر کو لازم پکڑے۔

اس امت کے سلف صالحین نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے رات کی نماز کو لمبی کرکے پڑھتے تھے۔

☆ سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں، کہتے ہیں کہ: قاری سو سے زائد آیتیں تلاوت کرتا تھا یہاں تک کہ ہم لمبے قیام کے سبب لاٹھی پر ٹیک لگانے پر مجبور ہوجاتے تھے، اور فجر کے بالکل قریب جاکر ہم نماز سے فراغت حاصل کرپاتے تھے“(1)۔

مومن کے لیے رمضان میں دو مشقتیں جمع ہوجاتی ہیں:

❖ دن میں روزے کی مشقت۔

❖ رات میں قیام کی مشقت۔

لہذا جو شخص ان دونوں مشقتوں کے لئے خود کو تیار کرلے اور ان کے حقوق کو پورا کرنے

---

(1) اسے امام مالک نے موطا(115/1) میں روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور سائب بن یزید صغار صحابہ میں سے ہیں، اور فروع فرع کی جمع ہے، جو کسی چیز کے اوپری حصے کو کہتے ہیں یعنی وہ لمبے قیام کے سبب اپنی نماز فجر کے وقت پورا کرپاتے تھے، دیکھئے: "الاستذکار" (156/5، 151)، "جامع الأصول" (123/6)، اور باجی کی "المنتقی" (209/1)۔

والا بن جائے تو وہ ان صبر کرنے والوں میں سے شمار ہوگا، جنھیں ان کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا۔

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی اس پر ابھارے اور انھیں ہمت دلاتے ہوئے اس عشرہ میں عبادت کی خصوصی ترغیب دے، خاص طور سے اِس موسم عظیم میں جس سے صرف حقیقی محروم ہی کوتاہی کرسکتا ہے، بلاشبہ اس زمانے میں جاگنا بہت ہی آسان ہوگیا ہے، صرف اہل و عیال اور نونہالوں کو رات کے حصے سے فائدہ اٹھانے،اور قیل و قال میں اسے ضائع نہ کرنے سے متعلق رہنمائی کی ضرورت ہے۔

لوگوں کا نماز اور تہجد کے وقت حرام مجلسوں اور گناہ کے کاموں میں مصروف رہنا نہایت ہی افسوسناک بات اور واضح خسارہ ہے، ہم اللہ تعالی سے محرومی کا شکار بننے سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ ہمیں باقی عمر کے تدارک کے لیے بیدار کردے، ہمیں بھلائی اور نیک عمل میں زیادتی کرتے ہوئے زاد راہ اکٹھا کرنے کی توفیق عطا کر، ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جن کے روزوں کو تونے قبول کیا، جنہیں تونے اپنی اطاعت کا موقع ، انھوں نے آئندہ زندگی کے لیے تیاری کی،تونے ان کی خطاؤں اور گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی ،اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے (آمین)۔

❑❑

دوسری حدیث:

شب قدر کی فضیلت کا بیان

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: ''مَن قام ليلة القدر إيمانًا واحتسابًا، غُفر له ما تقدَّم من ذنبه''. متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے حالت ایمان میں ثواب کی امید سے شب قدر کو قیام کیا (گویا) اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے گئے''۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث شب قدر اور اس میں قیام کی فضیلت پر دلیل ہے، بایں طور کہ جو اللہ کی طرف سے اہل تقوی کے لئے تیار کردہ جزاء کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اور اجر وثواب کی امید کرتے ہوئے اس کا قیام کرے اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

یہ ایک عظیم رات ہے جسے اللہ تعالی نے فضیلت و شرف عطا کیا ہے، اس رات اور اس میں انجام دیئے جانے والے نیک اعمال کی برکت کے اعتبار سے اسے ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے، یعنی اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، جو کہ تراسی سال اور چار ماہ کے برابر ہے۔

قرآن مجید کا نزول اس رات کی برکتوں میں سے ایک ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝۱ وَ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝۲ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ۬ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ۟ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۝۵﴾، ترجمہ: ''یقیناً ہم نے اس شب قدر میں نازل فرمایا - تو کیا سمجھا کہ شب قدر

(1) بخاری (225/4)، اور مسلم (957)۔

کیا ہے ؟- شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں (ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ رات سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے" [القدر]۔

☆ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کا فرمان: ﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ:اس رات کی برکت کے سبب اس میں کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں، یقیناً فرشتے رحمت و برکت کی جگہوں پر نزول فرماتے ہیں،اسی طرح ان کا تلاوت قرآن کے وقت نزول فرمانا بھی ثابت ہے، وہ حلقات ذکر کو بھی گھیرتے ہیں اور اپنے پروں کو وہ سچے دل سے علم کے طلب کرنے والوں کے لیے انکی تعظیم میں بچھالیتے ہیں[1]۔

فرمان نبوی ﷺ: "لیلة القدر" میں "القدر" -دال کے سکون(ْ) کے ساتھ ہے-: جو شرف اور مقام کے معنی میں ہے، کہاجاتاہے: فلان عظیم القدر یعنی وہ بلند مقام و مرتبہ والا ہے، اس صورت میں "لیلة" کی اضافت "القدر" کی طرف کسی چیز کی اس کے صفت کی طرف اضافت کے باب سے ہوگی، اور "لیلة القدر" کا معنی ہوگا: قدر و منزلت والی رات۔

یا یہ کہ وہ تقدیر، تدبیر اور اندازے کے معنی میں ہے، اس صورت میں اس کی اضافت محتوی کی جانب ظرف کی اضافت کے باب سے ہوگی، جس کا معنی ہوگا وہ رات جس میں سال بھر کی تقدیر لکھی جاتی ہے، جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴾ [الدخان:4]۔

---

(1) تفسیر ابن کثیر(465/8)۔

☆ قتادہ فرماتے ہیں کہ: "سال بھر کے معاملات لکھے جاتے ہیں"[1]۔

☆ ابن قیم فرماتے ہیں: "یہی درست بھی ہے"[2]۔

جبکہ درست بات یہ ہے کہ دونوں معنی مراد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، واللہ أعلم۔

پس یہ عظیم رات ہے جسے اللہ تعالی نے قرآن کے نزول کی ابتداء کے لیے اختیار کیا ہے، ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس کی قدرو منزلت کو سمجھے، اور اس کو ایمان اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے عبادت میں گزارے، اور شب قدر کے امکان والی راتوں میں بکثرت دعاء کا اہتمام کرے۔

☆ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زیادہ سے زیادہ دعاء کرنا تو ہر وقت مستحب ہے، مگر رمضان، اس کے آخری عشرے اور خصوصاً اس عشرے کی طاق راتوں میں اس کا استحباب اور بھی بڑھ جاتا ہے، ان راتوں میں اس دعاء: "**اللّٰهم إنك عفو تحب العفو؛ فاعف عني**"[3] کا بکثرت پڑھنا مستحب ہے، واللہ اعلم۔

---

(1) اس کی تخریج امام طبری نے اپنی تفسیر (65/25) اور بیہقی نے "فضائل الأوقات" ص216 میں کی ہے، اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(2) "شفاء العلیل" از ابن قیم ص (42)۔

(3) تفسیر ابن کثیر (472/8)۔

اور مذکورہ حدیث کو امام ترمذی (3513)، نسائی "کبری" (322/9)، ابن ماجہ (3850)، اور احمد (236/42) نے عبداللہ بن بریدہ کے طریق سے حضرت عائشہ کے واسطے روایت کیا ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ آپ کا کیا خیال ہے: اگر میں شب قدر کو پالوں تو کیا کہوں؟، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہیں: **اللّٰهم إنك عفو تحب العفو** ...". امام ترمذی نے فرمایا: "یہ حدیث حسن صحیح ہے"، عبداللہ بن بریدہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین انقطاع کے سبب اس کی تعلیل کی گئی ہے، اور نسائی نے بھی اس کی نشاندہی کی ہے، اور امام دارقطنی نے سنن (233/3) میں، اسی طرح بیہقی (118/7) نے بھی کہا ہے کہ: عبداللہ بن بریدہ نے عائشہ سے کچھ بھی نہیں سنا ہے۔

اے اللہ ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں، اے اللہ ہم تجھ سے دین اور دنیا ، اہل اور مال میں عافیت کے طلبگار ہیں، اے اللہ ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرما، ہمارے خوف کو دور کردے، اور ہمیں ہمارے سامنے ، پیچھے، ہمارے دائیں ، بائیں اور ہمارے اوپر سے اپنی حفاظت میں رکھ، اوراے اللہ ہم تیری عظمت کے ذریعہ پناہ چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے نیچے سے اغواء کیاجائے ، اے اللہ ہماری ،ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

❑❑

یہ حدیث مسروق کی روایت سے بھی آئی ہوئی ہے، انہوں نے حضرت عائشہ سے موقوفا روایت کیا ہے، جس کی تخریج امام نسائی (324/9) نے کی ہے، اور شریح بن ہانی کی عائشہ سے موقوفا روایت بھی ابن ابی شیبہ (206/10) نے نقل کیا ہے۔

تیسری حدیث:

شب قدر کے تلاش کرنے کا بیان

عنْ عائِشَةَ رَضِيَ الله عنْهَا قَالَتْ: كَانَ رسُولُ اللهِ ﷺ يُجاوِرُ في العَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رمضَانَ، ويَقُول: ''تحَرَّوْا لَيْلَةَ القَدْرِ في العشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضانَ''. وفي رواية: ''في الوتر من العشر الأواخر من رمضان''. متفقٌ عَلَيْه [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہافرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ: ''لوگو! تم شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو''، ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں''۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ایک مسلمان کو اس ماہ کے آخری عشرے میں قیام اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے نماز، ذکر اور تلاوت قرآن وغیرہ میں رات گزار کر شب قدر کی تلاش کرنی چاہئے۔

''یجاور'' کا معنی ہے آپ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔

اور ''تحروا'' کا معنی ہے تلاش کرو، طلب کرو۔

☆ صاحب ''النهاية'' نے کہا ہے: ''یعنی: اس کے طلب کا خصوصی اہتمام کرو''، اور ''تحري'': تلاش کرنے کے ارادے، اس سلسلے میں محنت کرنے اور کسی چیز کو قول وفعل سے خاص کرنے کے عزم کو کہا جاتا ہے''۔ [2]

---

(1) بخاری (2017)، اور مسلم (1169)۔

(2) النهاية از: ابن اثیر (376/1)۔

صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمان کو شب قدر کی تلاش آخری عشرہ کہ طاق راتوں میں کرنی چاہیے، اگر تمام طاق راتوں میں نہ کرسکے تو باقی سات دنوں کی طاق راتوں یعنی؛ پچیسویں، ستائیسویں، اور انتیسویں رات میں ہرگز سستی نہ کرے، اوران راتوں میں بھی شب قدر کا سب سے زیادہ امکان ستائیسویں کی رات میں ہوتا ہے، جیساکہ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: ”اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی رات ہے، یہ وہی رات ہے جس کے قیام کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے، یہ ستائیسویں رات ہے“۔[1]

اور شب قدر ہر سال کسی خاص رات میں متعیّن نہیں ہے، بلکہ وہ منتقل ہوتے رہتی ہے، مثلاً کبھی وہ ستائیسویں رات کو ہوتی ہے تو کبھی پچیسویں کو اللہ کی مشیت کے اعتبار سے جیساکہ صحیح احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔[2] واللہ اعلم

امت سے شب قدر کی تعیین کو چھپالیا گیا ہے ،جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کی طرح ہی اس کی معرفت بھی باقی نہیں رہی ،اس میں بھی اللہ تعالی کی بہت بڑی حکمت ہے، وہ یہ کہ مسلمان اسے تلاش کریں اور ان کی ہمت بلند ہو، اور اس کی طلب میں وہ خوب کوشش کریں ، اگر معلوم ہوجاتی کہ یہ وہی دن ہے تو پورے مہینے ان کا حوصلہ پست رہتا، بس اسی رات کو جاگ کر عبادت کرنے پر اکتفاء کرلیا جاتا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی بابت بتانے کے لیے نکلے اسی وقت مسلمانوں میں سے کچھ لوگ آپس میں جھگڑ پڑے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں شب قدر کے بارے میں بتانے کے لیے نکلا تھا مگر فلاں اور فلاں کے جھگڑنے کے سبب وہ بھلادی گئی ہوسکتا ہے یہ تمھارے لئے خیر کا ہی

(1) مسلم (762)۔

(2) دیکھئے: المفھم (251/3)، فتح الباري (265/4)، رسالة العراقي: شرح الصدر بذكر ليلة القدر ص (48)۔

باعث ہو، لہذا تم اسے نویں، ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو"۔[1]

"فتلاحی فلان و فلان" کا معنی ہے: ان دونوں کے مابین (ملاحاۃ) جھگڑا ہو گیا۔ اور ملاحاۃ: جھگڑے، اختلاف، گالی گلوچ اور شور شرابہ کو کہا جاتا ہے، جو کہ نحوست ہے، اسی کی وجہ سے ہم اس عظیم رات (شب قدر) کی برکت سے محروم کئے گئے، واضح رہے کہ یہ بات بھی اللہ تعالی کے علم میں پہلے سے ہی تھی۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ؛ جھگڑے کے سبب فوائد اور علم نافع کے حصول میں رکاوٹ آتی ہے، جیساکہ حدیث میں وارد ہے کہ: (بے شک بندہ گناہ کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے)[2]۔

آپ ﷺ کے فرمان: "فرفعت" کا مطلب اس کے تعیین کا علم اٹھالیا گیا ہے نہ کہ اسے ہی کلی طور پر اٹھالیا جانا مراد ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس کے بعد ہی فرمایا ہے کہ: "تم اسے نویں، ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو"۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس خیر کے حصول کا حریص ہو اور ان دس راتوں میں نماز، تلاوت، ذکر، دعاء اور حسب استطاعت دیگر نیک اعمال اور طاعات کے ذریعہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جنھوں نے اس ماہ کے روزے رکھے، شب قدر کو پالیا، اور اجر و ثواب سے مالامال ہوگئے، رب تعالی تو ہمیں نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والا بنا، ہمیں امن و امان میں رکھ اور ہمیں نعمتوں کی شکر گذاری اور اچھی طرح عبادت کی توفیق عطا کر، اور ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ (آمین)

❑❑

---

(1) بخاری (2023)۔

(2) تفسیر ابن کثیر (471/8)۔

چوتھی حدیث:

رات کے آخری پہر میں دعاء واستغفار کی فضیلت

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلثُ الليلِ الأخِر، فيقول: من يدعوني فأستجيب له؟ من يسألُني فأعطيه؟ من يستغفرُني فأغفِر له؟“. متفق عليه.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالی ہر رات آسمان دنیا پر رات کے تیسرے حصہ میں نزول فرماتا ہے، اور کہتا ہے: کون مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا کو قبول کروں ؟ کون مجھ سے مانگنے والا ہے میں اسے دیدوں ؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا ہے میں اسے بخش دوں ؟“۔ متفق علیہ[1]

تشریح: یہ حدیث رات کے آخری پہر میں دعاء، سوال اور استغفار کی فضیلت پر دلیل ہے، اور یہ کہ اس وقت میں کی گئی وہ دعائیں جن میں قبولیت کی شرطیں پائی جائیں اور رد کے اسباب نہ ہوں تو وہ قبول ہوتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے سے مانگنے والے کی دعا کو قبول کرنے، اپنے سے سوال کرنے والے کو دینے اور مغفرت طلب کرنے والے کو بخشنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے جنتی بندوں کی تعریف کرتے ہوئے ان کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ سحر کے وقت استغفار کیا کرتے تھے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ

(1) بخاری (29/3)، مسلم (758)۔

الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾، ترجمہ: ”جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں۔“ [آل عمران:17]، اور فرمایا: ﴿وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ ترجمہ: ”اور صبح کے وقت استغفار کیا کرتے تھے۔“ [الذاریات:18]۔

یہ وقت ان اوقات میں سے ہے جنھیں بندے کو غنیمت جاننا چاہئے -خاص کر ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں-، اور انھیں غفلت، نیند اور سستی میں ضائع نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ اللہ تعالی کے نزول کا وقت ہوتا ہے، اللہ تعالی اس وقت اپنے جلال وعظمت کے حساب سے نزول فرماتا ہے، جیساکہ تمثیل اور تکییف کے بغیر اس باب میں ہمارا عقیدہ ہے۔

قحطانی نے اپنے نونیہ میں فرمایا ہے:

والله ينزل كل آخر ليلة　　لسمائه الدنيا بلا كتمان
ويقول: هل من سائل فأجيبه　　فأنا القريب أجيب من ناداني
حاشا الإله بأن تكيف ذاته　　فالكيف والتمثيل منتفيان

ان مبارک راتوں میں مومن کے لیے رات میں قبولیت کی گھڑی، نزول الہی، سجود، زمانے کا شرف -رمضان- سب جمع ہوجاتے ہیں،اس امت کے سلف صالحین نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے رات میں نماز پڑھنے پر مداومت برتتے تھے، خاص طور سے ماہ رمضان میں ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ سے اس میں دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی مانگے تو اللہ اس کو عطا کرتا ہے؛ اور یہ گھڑی ہر رات ہوتی ہے“۔[1]

(1) اس کی تخریج امام مسلم (757) نے کی ہے۔

لہذا بندہ مومن کو چاہئے کہ وہ نماز تہجد کا حریص بنے، اور دعا کی قبولیت کے اسباب یعنی؛ (1)اللہ کے لیے اخلاص، (2)دل کی حاضری، (3)قبولیت دعاء کی امید، (4)نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کا تقرب، اور (5)نفلی عبادات ،،،کو اپناتے ہوئے اللہ سے دعاء کرے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہم تجھ سے جنت اور اس تک پہونچانے والے قول وعمل کا سوال کرتے ہیں، ہم تجھ سے جہنم اور اس میں لے جانے والے قول وعمل سے پناہ چاہتے ہیں، اور ہم تجھ سے ہدایت وتقوی، پاکبازی، بے نیازی اور تجھے راضی کرنے والا عمل چاہتے ہیں، اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین، اور تمام مسلمانوں کو بخشش عطا کر (آمین)۔

❑❑

پانچویں حدیث:

جنت اور اس میں داخل ہونے والوں کی بعض صفات

اللہ ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: ''قَالَ اللهُ عزوجل: ''أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ'' واقرؤوا إن شئتم: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [السجدة:١٧]''. متفق عليه.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرمان باری تعالی ہے: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی (نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال ہی آیا ہے''۔ اگر چاہو تو پڑھو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ ترجمہ: ''کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے'' [السجدۃ:17] متفق علیہ(1)۔

تشریح: یہ حدیث اس عظیم بدلے اور ہمیشگی والی نعمت پر دلیل ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے لیے بطور رحمت اور ان کی نیکیوں کے بدلے تیار کر رکھی ہے، جس کے خوبی اور مقدار کو اللہ تعالی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پس غور کریں کہ اللہ تعالی نے ان کی خاطر رات کی تنہائی

---

(1) صحیح بخاری (3244)، صحیح مسلم (2824)۔

میں چھپ کر نماز پڑھنے کے سبب کیسا بہترین بدلہ چھپا رکھا ہے، کہ اسے کوئی بھی نہیں جانتا! یعنی اللہ نے قیام کے وقت بستر میں ان کے قلق و اضطراب کے بدلے جنت میں ان کے آنکھوں کی ٹھنڈک تیار کر رکھی ہے[1]۔

جنت کی صفت، اس کی نعمتوں اور جنتیوں کے بیان کے سلسلے میں بہت سی آیات اور احادیث وارد ہیں۔

فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ترجمہ: " ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہوگے۔ " [الزخرف:71]

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾﴾ ترجمہ: "اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے اور ان کے لئے بیویاں ہیں، صاف ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ " [البقرة:25]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے گروہ کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کے مانند چمکدار ہوں گے۔ وہ اس میں نہ تھوکیں گے اور نہ ہی ان کی ناک سے گندگی نکلے گی، اور نہ ہی انہیں قضاء حاجت کی ضرورت ہوگی، اس میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی ان کی دھونی عود کی ہوگی، ان کا

(1) حادي الأرواح ص(174)۔

پسینہ مشک سا ہوگا، ان میں سے ہرایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کے پنڈلیوں کی گدی خوبصورتی کے سبب گوشت کے اوپر سے ظاہر ہورہے ہوں گے۔ ان کے درمیان اختلاف اور دشمنی نہ ہوگی، ان کے دل ایک آدمی کے دل کے مانند ہوں گے، وہ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے"[(1)]۔

جنت میں سب سے بڑی نعمت دیدار الہی ہوگی، حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دفعہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے چودہویں کی چاند کے سمت دیکھ کر فرمایا: "بے شک تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھوگے جس طرح اس چاند کو بلا مشقت دیکھ رہے ہو۔ لہذا اگر ہوسکے تو طلوع اور غروب آفتاب سے پہلے نماز سے سستی نہ برتنا"۔ پھرانہوں نے ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ ترجمہ: "اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے" [طہ:130] کی تلاوت فرمائی۔[(2)]

بے شک جنت کی نعمتوں کو بیان کرنا مشکل ہے، اس کا تصور ہی عقل سے پرے ہے، اس کی خاطر لوگوں کو کوشش کرنی چاہئے اور ایک دوسرے سے سبقت کرنی چاہیے یہی اس امت کے پہلے لوگوں کا حال تھا، پھر ان کے بعد جو لوگ آئے انھوں نے اس طریقہ کار کو الٹ دیا، کہ وہ دنیا اور اس کے مال ومتاع کو اکٹھا کرنے میں مشغول ہوگئے۔

حسن فرماتے ہیں کہ: (جب تم لوگوں کو بھلائی کے سلسلے میں دیکھو تو ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور جب انہیں ہلاکت کی طرف دیکھو تو انہیں اور ان کے اختیار کو ترک کردو)[(3)]۔

---

(1) اس کی تخریج بخاری (3245) نے کی ہے۔
(2) اس کی تخریج امام بخاری (554)، مسلم (633) نے کی ہے۔
(3) حلیۃ الأولیاء (157/2)۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے پاس موجود اس عظیم نعمت کو حاصل کرنے کی کاوش کرے اور زندگی بھر نیک اعمال کے تئیں تگ ودو کرتے ہوئے اہل جنت کے ان اوصاف پر پورا اترنے کی کوشش میں لگا رہے جنہیں اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے، جنت میں لے جانے والے چند اعمال حسب ذیل ہیں: (1) اللہ اور ہر اس چیز پر ایمان لانا جن پر ایمان لانا واجب قرار دیا گیا ہے، (2) تقوی اور استقامت کو لازم پکڑنا، (3) نفلی عبادات کا اہتمام کرنا، (4) اچھے اخلاق جیسے: احسان، عفوو درگذر، غصہ پی جانا، برائی سے دوری، جھوٹ کی مجلسوں سے دوری، حرام چیزوں سے شرمگاہ کی حفاظت وغیرہ۔ واللہ اعلم

اے سب سے زیادہ کرم کرنے والے، اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے، ہم تجھ سے تیری جنتوں میں ہیشگی کا سوال کرتے ہیں، اور یہ کہ تو ہم سے راضی ہوجا، اور ہمیں اپنے کرم والے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت نصیب فرما، اور اے اللہ تو ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ آمین

❑❑

چھٹی حدیث:

جہنم اور جہنمیوں کی چند صفات

اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي يُوقِدُ بَنُو آدَمَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ". قَالُوا: وَاللَّهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: "فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حرها". متفق عليه.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمھاری یہ آگ جسے انسان جلاتا ہے جہنم کی گرمی کے ستّر حصوں میں سے صرف ایک حصہ ہے"، انہوں نے عرض کیا: اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول ﷺ یہی کافی تھی! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پس اسے انہتّر گنا بڑھا کر رکھا گیا ہے ہر ایک کی تپش اِس کے برابر ہے"۔ متفق علیہ[1]

تشریح: یہ حدیث جہنم کے آگ کی گرمی کے شدت پر دلالت کر رہی ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کی آگ اس قدر شدت کے باوجود بھی جہنم کی تپش کے مقابلے میں بہت ہی معمولی ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ ﴿ۙ۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ﴿ۙ۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیۡمٍ ﴿۴۴﴾﴾ ترجمہ: "اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے-گرم ہوا اور گرم پانی میں (ہوں گے)-اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔

(1) بخاری (3265)، مسلم (28463)۔

جو ٹھنڈا ہے نہ فرحت بخش" [الواقعہ: 41-44]۔

ایک اور مقام پر فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ۝۹ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۭ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ ترجمہ: "جن کے پلڑے ہلکے ہونگے - اس کا ٹھکانا ہاویہ (جہنم) ہے - تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے - وہ تند تیز آگ ہے" [القارعہ: 8-11]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے جہنم میں جھانکا تو اس میں مجھے زیادہ تر عورتیں نظر آئیں"[1]، اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ نے اپنے اوپر اس شخص کے سلسلے میں عہد کرلیا ہے کہ جو نشہ خوری کرے گا اسے "طينة الخبال" میں سے پلائے، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ "طينة الخبال" کیا ہے؟، تو آپ نے فرمایا: (جہنمیوں کا پسینہ"، یا "جہنمیوں کے بدن سے نکلنے والی چیزیں"۔[2]

بے شک اللہ تعالی نے ہمیں اپنی کتاب میں جہنم سے ڈرایا ہے، اور اس نے ہم پر رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے ہمیں اس کے عذاب کی مختلف قسموں سے باخبر بھی کیا ہے، تاکہ ہم اس سے مزید خوف کھائیں اور اس سے ڈرتے رہیں، اور ہم جہنمیوں کے تمام صفات سے دوری اختیار کریں۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہلاکت اور تنگی کے گھر، بدبختی اور سخت عذاب کے ٹھکانے یعنی جہنم سے بچنے کی خاطر اللہ کی اطاعت کرے، اس کے احکام کی فرمانبرداری کرے، منہیات سے اجتناب کرے۔ اور شرک و کفر، رسولوں کی تکذیب، اللہ کی نشانیوں کا مذاق، قتل، سود خوری، نماز چھوڑنے، زکاۃ نہ دینے، رمضان میں بلا عذر جان بوجھ کر روزے نہ

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (6546) نے کی ہے۔

(2) اس کی تخریج امام مسلم (2002) نے کی ہے۔

رکھنے وغیرہ جیسے جہنمیوں کے کاموں اور ان کی صفات سے دور رہے، اسی طرح برے اخلاق: جھوٹ، خیانت، ظلم، والدین کی نافرمانی، قطع رحمی اور کتاب و سنت کے نصوص سے ثابت شدہ دیگر گناہ سے بچے۔

ہمارے سامنے موجود اس حدیث میں اس بارے میں بھی دلیل ہے کہ دنیا کی آگ کو دیکھ کر ہمیں جہنم کی آگ کو یاد کرنا چاہیئے، جیساکہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ ترجمہ: ”ہم نے اسے سبب نصیحت اور مسافروں کے فائدے کی چیز بنایا“ [الواقعہ:73]۔یعنی: مسافروں کے لیے اور کہا گیا ہے کہ مسافر اور مقیم دونوں میں سے فائدہ اٹھانے والوں کے لیے کیونکہ ہر کسی کا کھانا آگ ہی پر پکتا ہے۔[1] واللہ اعلم

اے اللہ ہمیں جہنم سے نجات عطا کر اور ہمیں رسوائی اور ہلاکت والے گھر سے اپنی پناہ میں رکھ، اے اللہ تو ہمیں اپنی رحمت سے نیک کاروں کے گھر میں داخل فرما، اور اے اللہ! تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔آمین

❑❑

(1) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (19/8)۔

ساتویں حدیث:

توبہ کے وجوب کا بیان

عن الأغر بن يسار المزني رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: ''يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، تُوبُوا إِلَى اللَّهِ؛ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ، فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ''. رواه مسلم.

ترجمہ: حضرت اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو، تم اللہ سے توبہ کرو، میں دن میں سو بار توبہ کیا کرتا ہوں''۔ مسلم شریف[1]

تشریح: یہ حدیث ہر شخص پر توبہ کے واجب ہونے پر دلیل ہے؛ کیونکہ توبوا یہ امر کا صیغہ ہے، اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَتُوبُوٓا إِلَى اللهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣١﴾
ترجمہ: ''اے مسلمانوں! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ نجات پاؤ۔'' [النور]

دوسرے مقام پر رب تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ترجمہ: ''اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو'' [ھود:۳]

چونکہ ہر انسان سے گناہ اور اللہ کی اطاعت میں کوتاہی ہوتی ہی ہے، لہذا ہر شخص کو توبہ کرنی چاہئے، یاد رہے کہ توبہ جس طرح گناہ کے کام کرنے کے بعد کرنی چاہئے اسی طرح بھلائی کے مامور بہ کاموں کے چھوٹ جانے پر بھی کرنی چاہیے۔

---

(1) صحیح مسلم (2702)(42)۔

توبہ فوری طور پر واجب ہے ، اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ انسان نہیں جانتا کہ اسے موت کب لاحق ہوجائے ، اور یہ بات بھی ہے کہ برائی برائی کو کھینچتی ہے ، جس سے کہ برائی پر اصرار لازم آتا ہے، اسی طرح سے برائی پر اصرار کے سبب دل بھی سخت ہوجاتے ہیں، یہ اللہ سے دوری کا سبب ہے، اور ایمان کی کمزوری کا باعث بھی، کیونکہ ایمان فرماں برداری سے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس ماہ مبارک کو اللہ سے توبہ کرتے ہوئے، اس کی طرف رجوع کرکے ختم کریں، وہ کام کریں جو اللہ کو پسند ہوں، جن سے وہ ناراض ہوتا ہو ان کاموں سے بچیں، اور اس ماہ کے باقی دنوں میں ابتدائی ایام میں حاصل شدہ کوتاہی کی تلافی کریں، اور اپنے خالق کے دروازے پر عاجز بندے کے مانند کھڑے ہوں اور اس کے سامنے انکساری اور خوف ظاہر کریں۔

توبہ نصوح (سچی توبہ) جس کے لیے اللہ نے حکم فرمایا ہے اس کی پانچ شرطیں حسب ذیل ہیں:

1- **اخلاص:** معلوم ہو کہ توبہ کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضامندی کا حصول ہو، اور گناہ سے توبہ اللہ کی فرماں برداری، اس کی محبت اور اس کی تعظیم کے خاطر ہو، بندہ اس کے ذریعہ اللہ کے ثواب کا طالب اور عذاب سے خائف ہو۔

2- **جس برائی میں ملوث تھا اسے ترک کردے،** اگر کوئی حرام کام کررہا تھا تو اس سے فوراً باز آجائے، اگر کسی ایسے واجب کو ترک کرتا تھا جس کی قضاء ممکن ہو؛ جیسے حج اور زکاۃ وغیرہ تو جلد از جلد اس کی ادائیگی کرے، اگر برائی کسی انسان کے حق سے متعلق ہو جیسے کسی کا مال ہو تو صاحب مال کے باحیات ہونے کی صورت میں اسے اس کے حق دار کو لوٹا دے، اگر صاحب معاملہ کی وفات ہوگئی ہو تو اسے اس کے وارثین تک پہنچا دے، اور صاحب مال کی معرفت نہ ہو تو اس مال کو اس کی طرف سے صدقہ کردے،

اسی طرح اگروہ حق غیبت کی صورت میں تھا اور غیبت کئے گئے شخص کو اس کی جانکاری ہویا اس کا اندیشہ ہو تو وہ اس سے بری ہوجائے، ورنہ ان کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے ہوئے غیبت کے عوض اس کی اسی مجلس میں تعریف کرے کیونکہ نیکیاں برائیوں کوختم کردیتی ہیں۔

3- **توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ توبہ کرنے والا اس برائی کے کام پر شرمندہ ہو،** اور یہ خواہش ظاہر کرے کہ کاش اس نے یہ گناہ انجام ہی نہ دیا ہوتا، اسی طرح وہ اللہ کے سامنے عاجزی وخاکساری کا بھی اظہار کرے۔

4- **توبہ کرنے والا یہ عزم کرے کہ وہ کبھی بھی اس گناہ کی جانب نہیں لوٹے گا،** یہی درحقیقت توبہ کا اصل ثمرہ اور صاحب توبہ کے سچا ہونے کی دلیل بھی ہے۔

5- **توبہ کا اس کے مقررہ وقت میں واقع ہونا،** اگر توبہ وقت کے ختم ہونے کے بعد ہو تو قبول نہ ہوگی، اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث وارد ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کرلی اس کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے"[1]، اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی بندے کے توبہ کو اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ غرغرے کی حالت نہ ہو"[2]۔ یعنی بندے کی روح حلق تک نہ پہنچ جائے، اس وقت انسان کی حالت اس مریض کی سی ہوجاتی ہے جو کسی چیز سے غرارہ کررہا ہو۔ واللہ اعلم

---

(1) اس کی تخریج مسلم (2703) نے کی ہے۔

(2) اس کی تخریج ترمذی (3537)، ابن ماجہ (4253)، احمد (300/10) نے عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، عن ابیہ عن مکحول، عن جبیر بن نفیر عن ابن عمر کے طریق سے مرفوعا کی ہے۔اور عبدالرحمن کے سلسلے میں حافظ نے تقریب میں: "صدوق یخطئ" کہا ہے، اور ابن ماجہ کے یہاں عبداللہ بن عمرو ہے جو کہ وہم ہے، جیساکہ مزی نے تحفۃ الأشراف (328/5) میں کہا ہے۔

اے ہمارے رب تجھے گنہگار کے گناہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، اور نہ ہی فرمانبردار کی فرمانبرداری سے تجھے کوئی فائدہ ہی ہوتا ہے، ہمیں توبہ اور اپنے جانب رجوع کی توفیق عطا کر، اے ہمارے کارساز تو ہمیں خواب غفلت سے بیدار کر اور ہمیں مہلت کے اوقات سے استفادہ کی توفیق دے، اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جنھوں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تو ان کے لیے کافی ہوگیا، اور جنھوں نے تجھ سے ہدایت طلب کی اور تو نے انہیں ہدایت عطا کی، جنھوں نے تجھ سے مدد طلب کی اور تو نے ان کی مدد فرمائی، تجھ سے گڑگڑائے اور تو نے ان پر رحم کیا، اور اے اللہ تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ آمین

❑❑

آٹھویں حدیث:

زکاۃ الفطر کا بیان

عن عبداللہ بن عمر رضي الله عنهما قال: "فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر: صاعاً من تمر، أو صاعاً من شعير، على العبد، والحر، والذكر، والأنثى، والصغير، والكبير من المسلمين، وأمر بها أن تؤدى قبل خروج الناس إلى الصلاة". متفق عليه

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ نے غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے، بڑے، تمام مسلمانوں پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو بطور زکاۃِ فطر فرض قرار دیا ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ لوگوں کے نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے ہی اس کی ادائیگی کردی جائے"۔ متفق علیہ [1]

تشریح: اس حدیث میں چھوٹے، بڑے، مرد، عورت، آزاد، غلام تمام مسلمانوں پر زکاۃ فطر کے واجب ہونے کی دلیل ہے، جس کا مقصد روزے دار کے روزے کو خرابی اور ثواب میں کمی کا سبب بننے والے امور سے پاک کرنا اور فرح و سرور کے دن مسکینوں کو کھانا فراہم کرنا ہے، اسی طرح اس عمل میں کرم و مساوات کی صفت بھی پائی جاتی ہے، اس کے ذریعہ بندہ مومن کی طرف سے روزے، قیام اور دیگر نیک اعمال کی حسب استطاعت توفیق پر اللہ کے شکر کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

زکاۃ فطر کی مقدار: کھانے (گیہوں، جو، کھجور، کشمش، پنیر یا اس جیسی کوئی اور چیز جسے لوگ بطور کھانا استعمال کرتے ہوں جیسے چاول وغیرہ) میں سے ایک صاع ہوگی، اور صاع کی مقدار

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (1503)، اور مسلم (984) نے کیا ہے۔

(تقریبا) سوادو کلو ہے۔ روزہ دار نماز عید سے قبل ہی اسے اسی شہر میں نکالے گا جہاں اس کے رمضان کے دن پورے ہوں، بہتر تو یہی ہے، مگر عید سے ایک یا دو دن پہلے نکالنا بھی جائز ہے، کیونکہ بعض صحابہ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

امام ابوداود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو امام احمد رحمہ اللہ سے نماز سے قبل ادائیگی زکاۃ سے متعلق دریافت کرتے ہوئے سنا؟، انہوں نے کہا: کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عید کے ایک یا دو دن پہلے نکالا کرتے تھے اور حدیث کے راوی بھی وہی ہیں[1]۔

اگر کسی شخص کو عید سے متعلق پتہ ہی نماز کے بعد چلے، یا وہ صدقہ نکالتے وقت شہر سے باہر رہا ہو یا ایسے شہر میں رہا ہو جس میں کوئی مستحق نہ ہو تو ایسے شخص کا نماز کے بعد نکالنا بھی کافی ہوگا۔

کھانے کے بدلے قیمت کا نکالنا ایک قول کے مطابق جائز نہیں کیونکہ یہ منصوص کے خلاف ہے۔

امام ابوداود فرماتے ہیں کہ: امام احمد سے کہا گیا اور میں سن رہا تھا کہ کیا کوئی انسان بطور فطرہ درہم دے سکتا ہے؟، تو انھوں نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ وہ قبول نہ کیا جائے کیونکہ وہ خلاف سنت ہے[2]۔

انسان اسے اپنی طرف سے اور ان لوگوں کی طرف سے نکالے جن کے اخراجات اس پر لازم ہیں جیسے اس کی بیوی اور اولاد اگر وہ اپنی طرف سے نکالنے کی استطاعت نہ پائیں تو، اگر انہیں استطاعت ہو تو خود نکالیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں گذر چکا ہے۔

اور بطن مادر میں موجود جنین پر اگر چار مہینے مکمل ہوگئے ہوں تو اس کی طرف سے بھی

---

(1) مسائل الامام احمد از ابوداود ص (85)۔

(2) مسائل الامام احمد از ابوداود ص (85)، اور دیکھئے: المغنی (295/4)۔

نکالنا مسنون ہے۔[1]

انسان کو چاہیئے کہ وہ اس کے لینے والے کے مستحق ہونے کی تاکید کرلے اس لئے کہ بعض لوگ کسی مقصد کے سبب اپنے گھر والوں یا مخصوص لوگوں کو زکاۃ دینے کی عادت بنا لیتے ہیں، جو کہ جائز نہیں ہے، کیونکہ زکاۃ اللہ کا حق ہے، اس میں اپنی من مانی درست نہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ (پہلے فطرہ لینے والے) شخص کی حالت اب بدل گئی ہو اور وہ صدقے کا مستحق ہی نہ ہو۔

فقیر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا کسی اور سے صدقہ فطر لے اور اسے وزن کرکے اپنے یا گھر کے کسی فرد کی طرف سے صدقہ نکالے۔

انسان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ زکاۃ میں ردی چیز نکالے ؛ کیونکہ اللہ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو پسند کرتا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾ ﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمھارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرو جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کرلو تو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے" [البقرۃ: 267] واللہ اعلم۔

اے اللہ ہمارے نفوس کو تقوی عطا کر، اسے پاک کردے تو ہی سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، اے اللہ تو ہی ہمارے نفس کا کارساز اور مالک ہے، اے اللہ تو تمام معاملات میں ہمارے انجام کو بہتر کردے، اے اللہ تو ہمیں دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ آمین

❑❑

---

(1) المحلی (132/6)، الشرح الممتع (161/6)۔

نویں حدیث:

روز عید کے شعائر

روى ابن أبي شيبة بسنده عن الزهري: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج يوم الفطر، فيكبر حتى يأتي المصلى، وحتى يقضي الصلاة، فإذا قضى الصلاة قطع التكبير". إسناده صحيح، وهو مرسل، وله شواهد يتقوى بها.

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے امام زہری کے واسطے روایت نقل کی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے روز نکلتے تو عید گاہ پہونچنے اور نماز مکمل کرنے تک تکبیر پکارا کرتے تھے، اور جب نماز پوری کر لیتے تو تکبیر کہنا چھوڑ دیتے تھے"۔ اس کی سند صحیح ہے، یہ ایک مرسل روایت ہے، اس کے کئی شواہد بھی ہیں جن سے اس کو تقویت حاصل ہوتی ہے [1]۔

تشریح: یہ حدیث عید گاہ کے راستے میں، اور عید گاہ پہونچنے کے بعد نماز مکمل ہونے تک بآواز بلند تکبیر پکارتے رہنے کی دلیل ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے رمضان کے مکمل ہونے کی مناسبت سے عید کی رات میں غروب شمس سے نماز عید تک تکبیر کو مشروع قرار دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ترجمہ: "وہ چاہتا ہے تم گنتی پوری کر لو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس طرح کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو" [البقرة:186]۔

(1) مصنف ابن ابی شیبہ (۲ / ۱۶۴)، اس کے شواہد فریابی کی کتاب: "احکام العیدین" میں ص ۱۱۰ پر دیکھئے، فتح الباری از ابن رجب (۶ / ۱۰۴)۔

تکبیر اس طرح کہی جائے: ''الله أكبر الله اكبر. لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر ولله الحمد''۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے نماز عید مشروع کی ہے، جس سے اللہ کے ذکر کی تکمیل ہوتی ہے، یہ ایسی سنت ہے جس کا ترک کرنا ایک مسلمان کے لیے قطعی مناسب نہیں ہے، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی اثر جس میں ہے وہ فرماتی ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدین کے لیے عمر رسیدہ، اور پردہ نشین خواتین کو بھی نکالیں اور حیض والی عورتوں کو حکم فرمایا کہ وہ مصلے سے دور رہیں''[1] اس سے استدلال کرتے ہوئے اہل علم کی ایک جماعت نے اسے واجب بھی کہا ہے، کیونکہ نکلنے کا امر بے عذر لوگوں کو نماز کا حکم دینے کا متقاضی ہے، اور جب نبی ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا ہے تو مرد حضرات تو بدرجہ اولی اس میں شامل ہوں گے۔

ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ مباح چیزوں سے زینت اختیار کئے ہوئے، اچھے کپڑے زیب تن کرکے، نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے سب سے اچھی حالت میں نماز عید کے لئے نکلے۔

اس ماہ کے خاتمے پر غیر مشروع زینت اختیار کرنے سے بھی بچنا چاہئے، جیسے: داڑھی مونڈنا، کپڑوں کا ٹخنے سے نیچے رکھنا، اور اس طرح کے دیگر ایسے امور جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے (ان سے بھی دوری اختیار کرنی چاہئے)، بلکہ اس مناسبت سے ایک مسلمان کو سچی توبہ کرنی چاہئے تاکہ وہ اللہ تعالی کے یہاں مقبول لوگوں میں شامل ہو۔

اسی طرح ایک مسلمان کو عیدگاہ جانے میں جلدی کرنی چاہئے، تاکہ وہ امام سے قریب ہوسکے، اور نماز کے انتظار کا ثواب پاسکے، اس دن راستہ بدلنا بھی مسنون ہے، اس طرح کہ انسان ایک راستے سے جائے اور دوسرے راستے سے واپس آئے، جیساکہ حضرت جابر

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (980)، اور مسلم (890) نے کی ہے۔

فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عید کے دن راستہ تبدیل کرلیا کرتے تھے۔[1]

اس دن طاق عدد (تین، پانچ، یا اس سے زائد بشرطیکہ طاق عدد میں ہو) میں کھجوریں کھانا بھی مسنون ہے، جیساکہ حضرت انس رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کے روز بلا کھجور کھائے نہیں نکلتے تھے[2]، اور ایک لفظ میں ہے کہ: طاق عدد میں کھاتے تھے۔[3]

حضرت ام عطیہ رضي الله عنها کی گزری ہوئی حدیث میں عورتوں کے عیدگاہ جانے سے متعلق بھی دلیل ہے، بشرطیکہ ان کے عیدگاہ جانے میں ان کے لئے یا ان کے ذریعہ فتنے کا خوف نہ ہو، لہذا وہ بلا خوشبو، اور بغیر زینت اختیار کئے نکلیں گی، اور مردوں کی جگہوں سے دور رہیں گی۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نماز عید کی خاطر اس اجتماع سے بروز قیامت ایک میدان میں تمام لوگوں اجتماع کو یاد کریں، ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾، ترجمہ: "جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔" [المطففين:6]۔ اسی طرح اس مجمعے میں لوگوں کے مابین تفاضل سے آخرت کے دن کے سب سے بڑے تفاضل کو بھی یاد کرنی چاہئے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا﴾ ترجمہ: "دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں میں اور بھی بڑھ کر اور فضیلت کے اعتبار سے سے بھی بہت بڑی ہے" [الإسراء:21]۔

اسی طرح مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ کے ذکر و شکر سے غفلت نہ برتیں، اور اِن

---

(1) اس کی تخریج امام بخاری (986) نے کی ہے۔

(2) اس کی تخریج امام بخاری (953) نے کی ہے۔

(3) دیکھئے: فتح الباری (446/2)۔

اوقات کوفرمانبرداری اور نیک عمل سے معمور کریں، اور انہیں یوں ہی فقط لہو ولعب میں ضائع نہ کریں -جیساکہ موجودہ دور میں اکثرلوگوں کاحال ہے، واللہ المستعان!

اے اللہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھ، ہمارے گذشتہ گناہوں اور نافرمانیوں کو بخش دے ، اے اللہ ماہ رمضان کے خاتمے پر تو ہم سے راضی ہوجا، ہمارا ٹھکانہ اپنی جنت کو بنا، ہمیں اپنے فضل و احسان کے سائے میں رکھ، اوراے اللہ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کواپنی رحمت سے بخش دے۔ آمین

❑❑

رمضان کے بعد کی حدیثیں

پہلی حدیث:

ماہ شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''من صام رمضان، ثم أتبعه ستا من شوال، فكأنما صام الدهر كله''. رواه مسلم [1]

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ماہ شوال میں چھ روزہ رکھ لیا، گویا اس نے پورے سال کے روزوں کا ثواب پالیا''۔ (مسلم)

تشریح: یہ حدیث ماہ شوال میں چھ روزوں کی فضیلت پر دلیل ہے، اس حدیث میں الدھر سے مراد سال ہے، مطلب یہ کہ (جس نے ایسا کیا) گویا اس نے پورے سال کا روزہ رکھ لیا، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے ایک نیکی کا ثواب اس کا دس گنا بنایا ہے، (اس طرح سے) ایک ماہ دس ماہ کے برابر ہے، اور عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے رکھ لینے سے باقی دو مہینے بھی

(1) اسے مسلم (1164) نے روایت کیا ہے اور علماء نے اس حدیث کے موقوف ہونے کے بارے میں کلام کیا ہے، امام احمد کا میلان بھی اسی جانب ہے، جیسا کہ ابن رجب نے اللطائف ص (256) میں ذکر کیا ہے، مزید معرفت کے لیے اس حدیث سے متعلق امام علائی کا رسالہ دیکھئے۔

پورے ہوجاتے ہیں"[1]۔

یہ اللہ تعالی کا اپنے بندوں پر فضل ہی ہے کہ معمولی سی محنت پر انھیں پورے سال کے روزے کا اجر عطا کردیتا ہے، ان روزوں کی تعداد چھ ہونے میں حکمت بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم

لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ ان چھ دنوں کے روزے رکھے تاکہ اس عظیم فضیلت کا مستحق بن سکے، یادرہے کہ کسی نیکی کے قبولیت کی نشانی اس کا دوسری نیکیوں سے موصول ہونا ہے، یعنی ان ایام کے روزے رکھنا انسان کے روزے سے محبت اور اس کے تئیں دلچسپی کی نشانی ہے، اور یہ کہ ان کا اہتمام کرنے والا روزے کو بھاری نہیں تصور کرتا ہے اور نہ ہی وہ اس سے بوریت محسوس کرتا ہے، بلاشبہ روزہ افضل ترین عبادات میں سے ہے۔

دیگر نوافل کی ہی طرح نفلی روزوں کا بھی یہ فائدہ ہے کہ اگر جانے انجانے فرض روزے میں کوئی خلل رہ گئی ہو تو یہ اسے پورا کردیتے ہیں، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی ﷺ نے نماز کے بارے میں فرمایا: "اللہ تعالی (بروز قیامت فرشتوں کو حکم دے گا کہ) دیکھو میرے بندے کے نامہ اعمال میں کچھ نوافل بھی ہیں؟ چنانچہ اس سے اس کے فرائض میں واقع کوتاہیوں کی تکمیل کی جائے گی، اسی طرح دیگر اعمال سے متعلق بھی ہوگا"[2]۔

نفل روزوں کے ذریعہ ایک مسلمان اللہ سے بالکل قریب ہوجاتا ہے اور اسے اللہ کی محبت مل جاتی ہے، حدیث قدسی میں ہے کہ: "بندہ سب سے زیادہ میرے فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے، اور میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل

(1) اس حدیث کو امام نسائی نے "الکبری" (293/3)، ابن ماجہ (1715)، احمد (94/37) نے روایت کی ہے، اور یہ صحیح حدیث ہے، ابوحاتم نے العلمیں (745) نمبر کے تحت اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اس کی تخریج ابوداود (864)، ترمذی (413)، نسائی (1/232-234)، ابن ماجہ (1425)، اور احمد (278/13) نے مختلف طرق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کی ہے، جن میں سے بعض میں ضعف پایا جاتا ہے۔

کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں" ...حدیث[1]۔

بہتر تو یہی ہے کہ یہ چھ دن مسلسل رکھے جائیں، البتہ پورے مہینے میں انھیں علیحدہ علیحدہ بھی رکھے جاسکتے ہیں[2]۔

عید کے فورا بعد ہی ان کا رکھنا کئی وجوہات سے دوسرے دنوں کے مقابلے بہتر ہوتا ہے:

1- اس طرح خیر کے کاموں میں پہل ظاہر ہوتی ہے۔

2- ان میں پہل روزہ سے متعلق دلچسپی اور عدم ملل کی نشانی ہے۔

3- تاخیر کی صورت میں اس سے روکنے والا کوئی عارضہ درپیش آسکتا ہے۔

4- رمضان کے بعد چھ روزے فرض نمازوں کے بعد ادا کئے جانے والے رواتب کی طرح ہیں، لہذا وہ فورا بعد ہی ادا کئے جائیں (تو زیادہ بہتر ہے)۔ واللہ اعلم

معلوم ہونا چاہیے کہ جس شخص پر رمضان کے کچھ روزے باقی ہوں اسے ان کی قضاء کے بعد ہی یہ روزے رکھنے چاہئیں، کیوں کہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ''من صام رمضان''، اور جس کے کچھ روزے بچے ہوں اسے یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے رمضان کے (پورے) روزے رکھ کر شوال کے یہ چھ روزے رکھے، اور اس لئے بھی کہ واجب کی ادائیگی میں پہل کرنا اور ذمہ داری سے دستبرداری مکلف شخص سے مطلوب امر ہے[3]۔

اہل علم کے دو قول میں ظاہر یہی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ روزے نہ رکھ سکا ہو اور یہ ماہ ختم ہوجائے تو اس ماہ کے گذر جانے کے بعد ان روزوں کی قضاء نہ کی جائے گی چاہے ان کا چھوڑنا عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر، اس لئے کہ اس کا وقت ہی نکل گیا، اور شارع نے تو ان

---

(1) اسے امام بخاری (6502) نے روایت کیا ہے۔

(2) دیکھئے سبل السلام (331/2)۔

(3) دیکھئے فتح الباری از ابن رجب 280/3، انہوں نے قضاء سے قبل نفل کا اہتمام کرنے والے کے بارے میں دونوں قول ذکر کئے ہیں۔ اور کہا ہے کہ اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

روزوں کے لئے ماہ شوال کے دن خاص کئے ہیں، اس لئے اللہ کے نزدیک نیک اعمال کے تئیں محبوب پہل اور جلد بازی کے فوت ہو جانے کے سبب دوسرے دن میں رکھنے والے کو یہ فضیلت نصیب نہ ہوگی، اگر شوال اور دوسرے مہینے برابر ہوتے تو شوال کا خصوصی ذکر بے فائدہ ہوتا۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ ہمیں اٹھتے، بیٹھتے ، سوتے، جاگتے اسلام پر قائم رکھ، ہمیں دشمنوں اور حاسدوں کی خوشی کا سامان نہ بنا، اے اللہ ہم تجھ سے ہر خوشی کا سوال کرتے ہیں، اور ہر شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں، اے اللہ ہماری ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ (آمین)

❑❑

دوسری حدیث:

رمضان کے بعد استقامت

عن سفیان بن عبداللہ رضي الله عنه قال: قلت: یا رسول اللہ ﷺ، قل لي في الإسلام قولا لا أسأل عنه أحدا غيرك. قال: "قل: آمنت بالله، ثم استقم". رواه مسلم[1]

ترجمہ: سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اسلام کے سلسلے میں کوئی ایسی جامع بات بتائیں کہ میں اس بارے میں آپ کے علاوہ کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہو میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر جم جاؤ"۔ (مسلم)

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد احکام کی پیروی اور ممنوعہ امور سے اجتناب کے ذریعہ رب تعالی کی اطاعت اور فرمانبرداری پر استقامت کا مأمور ہے، جو سیدھے راستے کو- اس سے دائیں یا بائیں ہٹے بغیر-لازم پکڑنے سے ہی ممکن ہے۔

ایک مسلمان نے جب رمضان کے اندر دن کو روزے اور رات کو قیام میں گزار کر خود کو اچھے کاموں کا عادی بنالیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنی شناخت بنائے، یہ اور بات ہے کہ رمضان میں نیک اعمال کی دوسرے ایام کی بہ نسبت زیادہ فضیلت ہوتی ہے جس کی وجہ سے بندہ نفلی عبادات میں کافی تگ و دو سے کام لیتا ہے، تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ وہ اسی طرح ہمیشہ نیک اعمال کرتا رہے، بس اتنا ضرور ہے کہ اسے نیکیوں میں دلچسپی ہو اور برائیوں سے بچتا رہے تاکہ اس میں رمضان سے مستفید ہونے کی جھلک نظر آئے۔

---

(1) صحیح مسلم (38)۔

یادرہے کہ رمضان کے بعد بھی مسلمان کی استقامت اور اس کے قول وعمل میں صلاح، رمضان کے مہینے سے اس کے استفادہ اور خیر کے کاموں میں دلچسپی کی نشانی ہوتی ہے، اور یہی اس کے عبادات کی قبولیت اور کامیابی کی دلیل بھی ہے، واضح رہے کہ مومن کے اعمال کاسلسلہ کسی مہینے کے آنے یا اس کے جانے سے ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ وہ تو موت تک جاری رہناچاہئے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ ترجمہ: ”اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے“ [الحجر:99] ۔ اگر رمضان کے روزے ختم ہوگئے تو یادرہے کہ نفلی روزے سال بھر مشروع ہیں، اگر رمضان کا قیام ختم ہوگیا تو جان لو کہ پورے سال قیام کیاجاسکتاہے، اگرزکاۃ فطر کا وقت ختم ہوگیا تو فرض زکاۃ اور نفلی صدقات کا سلسلہ پورے سال باقی رہے گا، تلاوت قرآن اور اس میں غور وفکر اور ہر نیک عمل ہر وقت مطلوب ہے۔

اللہ کا اپنے بندوں پر بڑا فضل ہے کہ اس نے اطاعت و فرمانبرداری اور نیکیوں کے کئی راستے ہموار کئے ہیں تاکہ مسلمان ہمیشہ چست رہے اور اپنے مالک کی بندگی میں ہمہ وقت لگا رہے۔

افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ رمضان میں مختلف نیک اعمال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں: پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں ادا کرتے ہیں، خوب تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے ہیں، اپنے مال سے صدقہ بھی کرتے ہیں، مگر رمضان کے جاتے ہی بالکل سست پڑجاتے ہیں ،یہی نہیں بلکہ کبھی کبھار واجبات بھی ترک کردیتے ہیں، جیسے عام طور سے نماز باجماعت ، یاخاص طور سے نماز فجر کو ضائع کردیتے ہیں اور حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کرتے ہیں جیسے: نماز کے وقت سوجانا، گانے بجانے کی چیزوں سے لطف اندوز ہونا، اللہ کی عطاکردہ نعمتوں کو اس نافرمانی میں استعمال کرنا،گویاوہ لوگ اس طرح اپنے رمضان کی کوششوں کو برباد کردیتے ہیں جو محرومی کی دلیل اور ناکامی کی علامت ہے، ہم اللہ تعالی سے سلامتی اور ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں۔

سلف صالحین عمل کو مکمل کرنے اور اس کی بہتر ادائیگی کے بعد اس کی قبولیت کے لئے خوب محنت کرتے اور رد کردیئے جانے سے خوف زدہ ہوا کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ: "عمل کرنے سے زیادہ اس کی قبولیت کے لئے کوشش کرو"، کیا آپ نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔" [المائدۃ:27] نہیں سنی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت ﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ ﴾ ترجمہ: "اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" [المؤمنون:60] کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے کہا کہ: کیا یہ شرابیوں اور چوروں کے بارے میں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں- اے صدیق کی بیٹی- یہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو روزہ بھی رکھتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں اور انہیں یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ کہیں ان کے یہ اعمال رد نہ کردیئے جائیں، ﴿ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾ ترجمہ: "یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کررہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔" ۔[1] واللہ اعلم

اے اللہ تو ہمیں اپنے ذکر وشکر اور بخوبی عبادت کی توفیق عطا کر، اپنے فرمانبرداری پر استقامت عطا کر، اے اللہ تو ہمیں کامیابی دے، ہمارے گناہوں اور عیوب کو در گذر کردے، ہمیں ہدایت یافتہ اور لوگوں کی رہنمائی کرنے والا بنا، گمراہ اور گمراہ کرنے والا نہ بنا، اے اللہ ہماری اور ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔(آمین) ❑❑

---

(1) اسے ترمذی (3175)، ابن ماجہ (4198)، احمد (156/42)، ابن جریر طبری (26/18)، اور حاکم (393/2) نے روایت کیا ہے، اور (امام حاکم نے) اسے صحیح الاسناد بھی کہا ہے، ذہبی نے اس سلسلے میں سکوت اختیار کیا ہے، اس سند میں انقطاع ہے، مگر ابوہریرہ سے مروی جس حدیث کی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے اسے اس کے ذریعہ تقویت ملتی ہے، دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ حدیث نمبر: 162۔

تیسری حدیث:

رمضان کے روزوں کی قضاء

عن عائشة رضي الله عنها قالت: ''كان يكون علي الصوم من رمضان، فما أستطيع أن أقضيه إلا في شعبان''. متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ: ''رمضان کے کچھ روزے میرے ذمہ ہوا کرتے تھے جن کی قضاء کا موقع مجھے صرف ماہ شعبان میں ہی مل پاتا تھا''۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث کسی عذر کے سبب رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کے وجوب کے سلسلے میں دلیل ہے، اور یہ کہ ان کی قضاء علی الفور واجب نہیں بلکہ (آئندہ رمضان سے پہلے تک) مؤخر بھی کیا جاسکتا ہے، لہذا جس پر رمضان کے کچھ روزے قضاء کرنے ہوں وہ شعبان کے مہینے تک ان کی قضاء کو ملتوی کر سکتا ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ کے عمل سے ظاہر ہے، اگر تاخیر درست نہ ہوتی تو وہ ایسا کرتے ہوئے اس عمل پر ہرگز مداومت نہ اختیار کرتیں، اس لئے کہ آپ کے اس عمل سے آپ ﷺ ضرور مطلع رہے ہوں گے۔

یاد رہے کہ قضاء میں پہل کرنا تاخیر سے بہتر ہے، کیونکہ حضرت عائشہ کے عمل سے پہل کرنے کی خواہش ظاہر ہے، بایں طور کہ آپ نے قضاء کی تاخیر کے تئیں استطاعت نہ ہونے کا عذر پیش کیا، اگر امکان ہوتا تو وہ ہرگز اسے شعبان تک مؤخر نہ کرتیں۔

قضاء میں پہل سے انسان کو جلد ہی اپنے ذمہ سے دستبرداری حاصل ہوجاتی ہے، اور دین کے سلسلہ میں احتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے انسان کبھی اسے بھول جائے اور نہ رکھ سکے- خصوصاً جب آمد رمضان میں کم دن بچے ہوں-۔

---

(1) اس کی تخریج بخاری (1950)، مسلم (1146) نے کی ہے۔

خیر کے کاموں میں جلدی کرنے سے متعلق حکم پر مشتمل دلائل کے عموم میں قضاء کے سلسلے میں پہل کرنا بھی داخل ہے۔

فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾، ترجمہ: ”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔“ [آل عمران:133] ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ ترجمہ: ”یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں۔“ [المؤمنون:٦١]

قضاء کرتے ہوئے تتابع (لگاتار روزے رکھنا) شرط نہیں ہے، بلکہ لگاتار اور الگ الگ دونوں طرح جائز ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ ترجمہ: ”جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پورا کرلے“ [البقرۃ:184]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (قضاء کے وقت) الگ الگ روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے)[1]۔

یہ اور بات ہے کہ قضاء کے وقت فرائض کی جلد ادائیگی اور وجوب تتابع کے قائلین کے اختلاف سے نکلنے کے لیے لگاتار رکھ لینا افضل ہے، اور چونکہ روزہ دار کے لیے لگاتار روزے رکھنا الگ الگ رکھنے کے بہ نسبت زیادہ آسان اور نشاط کا باعث بھی ہے، خصوصا جب زیادہ دن قضاء کرنے ہوں!۔

---

(1) اسے بخاری (188/4) نے معلقاً، جبکہ عبدالرزاق (243/4)، ابن ابی شیبہ (3/33-34) اور دارقطنی (192/2) نے موصولاً روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے، اسی طرح اس مسئلے میں صحابہ سے وارد متعدد آثار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ پورا سال قضاء کا وقت ہے، سوائے عیدین اور ایام تشریق کے؛ ان میں قضاء درست نہیں، کیونکہ ان میں روزہ رکھنے کے سلسلے میں ممانعت وارد ہے۔

یاد رہے کہ دوسرے رمضان تک قضاء کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ حضرت عائشہ رضِی اللہ عنہا نے شعبان کے مہینے کو آخری حد بتایا ہے، لیکن اگر کوئی مرض یا سفر وغیرہ جیسے عذر کے استمرار کی وجہ سے عاجزی) کے سبب اسے مؤخر کرتا ہے، یہاں تک کہ دوسرا رمضان آن پہونچے تو ایسے شخص پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا، جیساکہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا" [البقرة:285]۔ لہذا ایسا شخص حالیہ رمضان کے گذر جانے پر صرف باقی روزوں کی قضاء کرلے گا۔

لیکن اگر کوئی بلاوجہ قضاء کو مؤخر کرتا ہے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آجائے، تو اسے موجودہ رمضان کے بعد باقی دنوں کی قضاء کرنی ہوگی، اور اس کوتاہی کے سبب اس پر توبہ و استغفار کرنا بھی ضروری ہوگا، مگر فرمان باری تعالی: ﴿ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾، ترجمہ: "تو وہ اور دنوں میں گنتی پورا کرلے" [البقرة:184]، کے ظاہری دلالت کے مطابق اس پر کھانا کھلانا واجب نہ ہوگا۔

جبکہ بعض صحابہ کرام- جیسے حضرت ابن عباس اور ابوہریرہ رضِی اللہ عنہم نے-ایسے شخص پر قضاء کے ساتھ ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا فتوی دیا ہے، شاید انہوں نے ایسا اس کوتاہی کی وجہ سے بطور تأدیب اجتہاداً کہا ہو، تاکہ اس کے بدلے کھانا کھلانے سے ان سے واقع ہونے والی یہ کمی پوری ہوجائے۔

امام دارقطنی نے دوسرے رمضان کی آمد تک قضاء رمضان میں کوتاہی کرنے والے کے سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضِی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے کہ:

"وہ لوگوں کے ساتھ روزے رکھے، پھرباقی روزے پورے کرے اور ہر دن کے عوض ایک مسکین کوکھانابھی کھلائے"[1]۔

اسی معنی میں حضرت ابن عباس رضِی اللہ عنہ سے بھی صحیح سند کے ساتھ ایک اثر وارد ہے۔

اس فتوی پر عمل کرنااچھاہےاگرچہ استحباب ہی کے طور پر[2] اس لئےکہ یہ واقع کمی کوصدقہ کے ذریعہ مکمل کرنے پر دلیل ہے، اور صدقہ توعموماپسندیدہ عمل ہے۔ واللہ اعلم

اے اللہ ہمارے اعمال کی اصلاح فرما، تو ہم سے راضِی ہوجا، ہمیں ہمہ وقت اپنی اطاعت و فرمابرداری پر گامزن رکھ، ہمارے گناہوں کو درگذر کردے، ہمارے درجات کو بلند کردے، اے اللہ ہماری، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما (آمین)۔

❑❑

---

(1) سنن دارقطنی (197/2)، نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ: اس کی سند صحیح ہے، اسی طرح ابن عباس رضِی اللہ عنہما سے وارد حدیث کی سند بھی صحیح ہے (197/2)۔

(2) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ (صحابی کاطریقہ کار حجت نہیں) وہ اس قول کولے سکتاہے اگرچہ استحباب کے طور پرہی، رہی بات وجوب کی تو اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں جس کانبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ماننا صحیح ہو، واللہ اعلم۔

چوتھی حدیث:

فوت شدہ شخص کے چھوٹے ہوئے روزے

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''من مات وعليه صيام، صام عنه وليه''. متفق عليه[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس پر روزوں کی قضاء لازم ہو، اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے''۔ متفق علیہ

تشریح: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ اگر کوئی فوت ہو اور اس پر واجب روزے باقی ہوں تو اس کے ولی کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے اس قریبی رشتہ دار کی طرف سے روزوں کی قضاء کرے، کیونکہ یہ اس کے لئے احسان، بھلائی اور صلہ رحمی ہوگی، اور وہ اس کے ذریعہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا-ان شاء اللہ-۔

ولی سے مراد: میت کا وارث یا اس کا کوئی قریبی شخص ہے اور وارث تو سب سے قریبی ہوتا ہی ہے۔

یہ حدیث میت کے ذمہ ہر واجب روزے کے تئیں عام ہے، چاہے شرعی طور پر واجب ہو جیسے: ماہ رمضان کے روزے یا (دو اقوال میں سے ایک کے مطابق) نذر کے سبب واجب ہو (تب بھی)۔

---

(1) اس کی تخریج بخاری (192/4) اور مسلم (1147) نے کی ہے، اور بزار کے یہاں (إن شاء) کا اضافہ ہے، جسے ہیثمی نے مجمع (179/3) میں حسن قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حجر نے التلخیص (221/2) میں کہا ہے کہ: ابن لہیعہ کے طریق سے ہونے کے سبب یہ ضعیف ہے، جس سے ان کا مطلب ہے کہ وہ ضعیف ہے اور اس کی تنہا روایت کرنے والے ہیں، واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے (ایک حدیث) وارد ہے آپ فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ میری والدہ فوت ہوچکی ہیں اور ان پر نذر کے روزے باقی ہیں کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تمھاری والدہ پر کوئی قرض ہوتا اور اسے تم ادا کرتیں تو کیا وہ ان کی طرف سے ادا ہوجاتا؟"، اس نے کہا: ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی والدہ کی طرف سے روزے رکھو"۔ ایک روایت میں انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آکر دریافت کیا: اے اللہ کے رسول میری والدہ فوت ہوچکی ہیں اور ان کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں ان کی طرف سے قضاء کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر آپ کی والدہ پر قرض ہوتا تو آپ اسے پورا کرتے؟"، اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اللہ کا قرض زیادہ حقدار ہے کہ اسے پورا کیا جائے"۔

ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: "میری بہن فوت ہوچکی ہے"[(1)]

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے نذر کے روزوں کی بابت دریافت کیا گیا اور اسی طرح ایک ماہ کے روزوں کے بارے میں بھی پوچھا گیا جس میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ رمضان کے روزے بھی ہوسکتے ہیں اور نذر کے بھی مگر آپ ﷺ نے ہر بار یہی کہا ہے کہ: "اللہ کا قرض پورا کئے جانے کا زیادہ حق دار ہے"[(2)] جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ

(1) ابن عباس کی حدیث بخاری (192/4) اور مسلم (1148) میں ہے، اور امام احمد کی مسند (362/1) میں ''وعليها صوم شهر'' کے لفظ کے ساتھ ہے، دیکھئے: فتح الباري (194/4)، اور دیکھئے: مسند احمد پر احمد شاکر کی تحقیق حدیث نمبر: 3420۔

(2) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے: ابن عباس اور عائشہ سے کچھ آثار مروی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت کی جانب سے نذر کے سوا کوئی اور روزے نہیں رکھے جائیں گے، اور رمضان کے روزوں کے عوض کھانا کھلایا جائے گا، مگر ان آثار کو مرفوع احادیث پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔ اور اعتبار راوی کی روایت کا ہوتا ہے نہ کہ اس کے نظریے کا، اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی اجتہاد کے سبب اس کی مخالفت کررہا ہو، اور اس کے دلیل کا =

واقعہ متعدّد بار پیش آیا ہے، یاد رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حدیث سے ثابت شدہ عام قاعدے میں سے ایک باب ہے، اور یہ میت پر واجب ہونے والے ہر اس روزے کو شامل ہے جن کی قضاء کا اہل وہ اپنی زندگی میں ہو گیا تھا، لیکن اس نے ان کی قضاء نہ کی ہو، یہ مستقل صورتیں ہیں، جیسے جو مسئلہ در پیش ہوا اس نے اس کی بابت سوال کیا، اور آپ ﷺ نے ہر سوال کے جواب میں قضاء کا حکم ہی دیا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "درست بات یہی ہے کہ ولی کا میت کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے، چاہے رمضان کے فرض روزے ہوں یا نذر کے یا کوئی اور واجب روزے کیونکہ اس سلسلے میں صحیح احادیث وارد ہیں جبکہ ان کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں"۔(1)

یاد رہے کہ حدیث عائشہ سے مراد وہ حالت ہے کہ جب انسان اپنے اوپر واجب روزے رکھنے کا مستطیع ہو؛ بایں طور کہ وہ بیماری سے شفایاب ہو گیا ہو، سفر سے واپسی ہو چکی ہو، مگر روزے رکھنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے، اس لئے کہ یہ روزہ اس پر واجب ہو چکا تھا، لہذا اس کی قضاء کرنی ہو گی جیسے کہ قرض کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

لیکن اگر ان کی قضاء اس کے لئے ممکن نہ تھی باین طور کہ وہ مسلسل بیمار ہی رہا، یا عورت کو (حیض ونفاس کے) مخصوص ایام سے گذرنا پڑا، یا سفر سے واپسی سے قبل ہی فوت ہو گیا، تو ایسے شخص کی جانب سے قضاء نہ ہو گی، اور نہ ہی (اکثر اہل علم کے بقول) اس کے ترکہ میں سے کسی کو کھانا کھلایا جائے گا، کیونکہ یہ چیز عدم قدرت کے سبب اس سے ساقط ہو گئی۔

اگر قریبی شخص میت کی طرف سے روزہ نہ رکھ سکے، تو اس کے ترکہ میں سے اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو اچھے گیہوں میں سے ایک

=علم ہمیں نہ ہو، اور اس سے اس حدیث کا ضعیف ہونا بھی لازم نہیں آتا، اور جب حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو محقق امر کو گمان کے لئے ترک نہیں کیا جاتا، جیسا کہ ثابت شدہ اصولی قاعدہ ہے (دیکھئے: فتح الباری 194/4)، نیل الاوطار (236/4)۔

(1) المجموع شرح المہذب (۳۷۰/۶) مزید دیکھئے: امام نووی کی مسلم شریف پر شرح حدیث نمبر: 1148، 1147۔

مد (563 گرام) گیہوں دے۔

اور اگر ولی ہر دن کے بقدر مساکین کو ایک ہی دن میں جمع کر کے انھیں پیٹ بھر کھانا کھلائے تو بھی جائز ہے، جیسا کہ حضرت انس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک سال روزہ رکھنے سے کمزور ہو گئے تو انھوں نے کھانا بنایا اور تیس مساکین کو بلا کر انہیں پیٹ بھر کھانا کھلا دیا[1]۔

اگر میت کا کوئی ترکہ ہی نہ ہو اور اس کی طرف سے کوئی بطور تبرع کھانا کھلا دے تو یہ بھی درست ہو گا، اگر کوئی تبرع بھی نہ کرے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا، واللہ اعلم۔

اے اللہ ہمیں حالت اسلام پر موت عطا کر، ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر، ہمیں ذلیل نہ کر، ہمیں فتنوں سے محفوظ رکھ، اے اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور ہمارے روزوں کو قبول فرما، اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اپنی رحمت سے ہمیں ہمارے اعمال کا مکمل بدلہ عطا کر۔ آمین

❑❑

(1) اس کی تخریج گذر چکی ہے۔

ماہ رمضان اور صیام کے اہم ترین احکام ومسائل پر مشتمل احادیث کا یہ مجموعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بے حد خوشی ہورہی ہے۔ اس کتاب میں موجود بعض احادیث جہاں پورے ماہ رمضان کی اہمیت و فضیلت اور مسائل کے حوالے سے بات کرتی ہیں وہیں کچھ بطور خاص آخری عشرے سے متعلق ہیں۔ چند احادیث عید اور اس کے بعد کے احکام پر بھی مشتمل ہیں۔ ماہ شعبان کے آخری ایام سے شوال کے ابتدائی دنوں تک بعد نماز عصر یا فجر نمازیوں کے سامنے سرسری طور پر یومیہ ایک حدیث مع شرح کی قراءت بہت مفید ہوگی-ان شاءاللہ-ائمہ مساجد سے تعاون کی پوری امید ہے، واضح رہے کہ اس کتاب کو مملکت سعودی عرب کی بہت سی مساجد میں ماہ رمضان کی مناسبت سے بعد نماز عصر پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے جس سے ماہ رمضان کے اہم اور ضروری احکام ومسائل کی یاددہانی ہوجایا کرتی ہے۔

مركز الإمام أحمد بن حنبل التعليمي والخيري
بيتنار، رموافورجكت، سدھارت نغر، يوبي (الهند)